رجسٹرڈ انگلش نمبر

شرح چندہ
سالانہ ۔۔۔۔۔۔ ۔ے
ششماہی ۔۔۔۔۔۔ ۔ہر
سہ ماہی ۔۔۔۔۔۔ عصہ

قیمت پرانا پرچہ (۴ر)

فرخندہ بنیاد حیدرآباد دکن
ہفتہ وار مملکت
ایڈیٹر
میر حسن الدین بی اے ال ال بی (عثمانیہ)

رجسٹرڈ آصفیہ نمبر ۱

شرح چندہ
سالانہ ۔۔۔۔۔۔ ۔ے
ششماہی ۔۔۔۔۔۔ ۔ہر
سہ ماہی ۔۔۔۔۔۔ عصہ

قیمت فی پرچہ (۲ر)

جلد (۲) | ۱۶ مہر ۱۳۵۱ ف | ۹ شعبان ۱۳۶۱ھ | ۲۲ اگست ۱۹۴۲ء شنبہ | نمبر (۱۹)

اگر آپ اتحاد پیدا کرنے کے قابل نہیں
تو آپ آزادی حاصل نہیں کر سکتے

از

مسٹر جی، ادھیکاری

"مسٹر جناح کے نزدیک پاکستان کے مطالبہ کا لب لباب یہ ہے کہ ہندوستان کے ایک حصہ کو علحدہ کرکے اس کو ایک آزاد اور خود مختار مملکت قرار دیا جائے۔ اگر پاکستان جیسا کہ اس کی تعریف کی گئی ہے ان کے (مسٹر جناح) اعتقاد کا ایک جزو ہے تو ناقابل تقسیم ہندوستان بھی میرے اعتقاد کا ایک جزو ہے اور تعطل کی کیا وجہ ہے۔" (گاندھی جی)

"مجھے معلوم ہوا ہے کہ ایک بڑی تحریک شروع ہونے والی ہے۔ اس دھمکی اور تخویف کا منشا برطانیہ کو جو اس وقت پریشان ہے مسٹر گاندھی کا مطالبہ قبول کرنے پر مجبور کرنا ہے میں صرف یہ کہہ سکتا ہوں کہ برطانیہ بڑی غلطی کرے گا اگر وہ کانگریس کے آگے اس طرح جھک جائے گا جو مسلم ہندوستان کے مفاد کے منافی ہو۔" (مسٹر جناح)

ہندوستان کی دو بڑی جماعتوں کانگریس اور مسلم لیگ کے قائدین کے ان اعلانات سے اس تعطل کی وجہ ظاہر ہوتی ہے جو قومی اتحاد کے متعلق پیدا ہو گیا ہے۔ بغیر قومی اتحاد کے بغیر ہندو اور مسلم عوام کے وسیع تر اتحاد کے آزادی حاصل نہیں ہو سکتی۔ تحریک آزادی کا یہ ایک مسلمہ اصول رہا ہے۔ آج اس وقت اس کی زیادہ ضرورت ہے جبکہ جاپانی اور جرمنی حملہ آور ہماری مادر وطن پر حملہ کرنے کی تیاری کر رہے ہیں ہمیں قومی اتحاد کی سب سے زیادہ ضرورت ہے کہ ہم ایک ایسی قومی حکومت قائم کر سکیں جو بیرونی حملے کی موثر مزاحمت کے قابل ہو۔ آزادی کے لئے اتحاد مقدم ہے۔ حامیان ملوکیت اس چیز کو بخوبی جانتے ہیں اور یہی وجہ ہے کہ وہ مختلف فرقوں کی ہم آہنگی میں انتشار پیدا کرنے کی کوشش کرتے ہیں لیکن کیا اس کے یہ معنے ہیں کہ جب تک سامراجی حکومت ختم نہ ہو جائے اتحاد نہیں ہو سکتا۔ ایسا کہنا آزادی کے امکان سے انکار کرنا ہے۔ ہم ملک کی مدافعت کرنے اور قومی حکومت قائم کرنے کے لئے سامراجی حکومت کی موجودگی کے باوجود اتحاد قائم کر سکتے ہیں اور ہمیں قائم کرنا پڑے گا۔ لیکن اس صداقت کو ہمارے قومی لیڈر ماننے کے لئے تیار نہیں ہیں اور تعطل کی اصل وجہ یہی ہے۔ دوسرے الفاظ میں ہمارے قومی لیڈر سامراجی دفتری حکومت کے آگے اپنی شکست کا اعتراف کرتے ہیں۔ یہ کہنا کہ تمہاری (سامراجی حکومت) موجودگی میں ہم اپنے لوگوں کو متحد کرنے کی قوت نہیں رکھتے اپنے سیاسی دیوالیہ کا اقرار کرنا ہے۔

افلاس تدبیر

ایک زمانہ تھا جبکہ گاندھی جی فرقہ وارانہ اتحاد کو سوراج کا ایک ستون سمجھتے تھے۔ لیکن اب وہ کہتے ہیں کہ "تیسری جماعت کے چلے جانے کے بعد اتحاد پیدا ہو جائے گا۔ "اتحاد آزادی کی شرط نہیں بلکہ آزادی کا نتیجہ ہوگا۔" واردھا کی قرارداد میں اسی خیال کا اعادہ کرتے ہوئے بیان کیا گیا ہے کہ "کانگریسی نمائندوں نے فرقہ وارانہ گتھی کو سلجھانے کی انتہائی کوشش کی لیکن ایک بیرونی طاقت کی موجودگی نے اس کو ناممکن بنا دیا۔" لیکن اگر آپ "پھوٹ ڈالو اور حکومت کرو" کی سامراجی پالیسی کا اپنے لوگوں میں ازالہ نہیں کر سکتے تو آپ آزادی حاصل کرنے کے قابل نہیں ہیں۔ قرارداد واردھا میں جو پالیسی منعکس ہو رہی ہے وہ افلاس تدبیر کا بین ثبوت ہے۔ اس کے یہ معنے ہیں کہ آپ حکومت برطانیہ کے آگے ہاتھ پھیلا کر یہ درخواست کر رہے ہیں کہ وہ آپ کو پہلے آزادی عطا کرے تاکہ آپ متحد ہو سکیں اور اس کے بعد ملک کی مدافعت کے لئے قومی حکومت تشکیل دیں۔ اگر آپ کی یہ درخواست مسترد کر دی گئی تو آپ ایک کشمکش شروع کرنا چاہتے ہیں جو موجودہ حالات میں قومی خودکشی کے مترادف ہے۔ یہ سب چیزیں اسی مفروضہ سے پیدا ہوتی ہیں کہ جب تک برطانیہ برضا و رغبت ہٹ نہ جائے فرقہ وارانہ اتحاد ناممکن ہے۔

فرقہ وارانہ کشیدگی

اس کی کیا وجہ ہے کہ اس قومی تحریک کے لیڈر جنھوں نے گزشتہ بیس سال میں ہندوستان کے باشندوں میں ایک بڑی حد تک اتحاد پیدا کیا اب ہندو مسلم اتحاد کے مسئلہ کے آگے اپنے آپ کو بے بس پاتے ہیں؟ اس کی کیا وجہ ہے کہ گاندھی جی یہ کہتے ہیں کہ ناقابل تقسیم ہندوستان ان کے اعتقاد کا جزو ہے اور مسٹر جناح کہتے ہیں کہ پاکستان ان کے اعتقاد کا جزو ہے جس کا نتیجہ تعطل اور نااتفاقی ہے۔ کانگریس ملک کی کامل آزادی اور عوام کے جمہوری حقوق اور آزادیوں کا مطالبہ کرتی ہے۔ کانگریس جس آزاد ہندوستان کا تصور پیش کرتی ہے اس میں عوام کو مذہبی

(بقیہ سلسلہ صفحہ ۱۰)

مملکت

جلد (۲) | ۱۶ مہر شنبہ ۱۳۵۱ف | نمبر (۱۹)

خود مختاری کے مضمرات

جلسہ یوم خود مختاری کے موقع پر جو پبلیک گارڈن میں منعقد ہوا تھا نواب بہادر یار جنگ بہادر نے اپنی صدارتی تقریر میں فرمایا کہ:-

"مجھے اجازت دیجئے کہ میں خود مختاری و آزادی حیدرآباد کی موجودہ حیثیت پر روشنی ڈالوں۔ میرے بھائی نواب میر اکبر علی خان نے ہماری موجودہ حالت کی طرف ایک بہت اچھا اشارہ کیا تھا کہ اب ہماری آزادی کچھ زنگ آلود ہو گئی ہے۔ مجھے اجازت دیجئے کہ اس اجمال کی تفصیل بیان کرتے ہوئے حقیقت کے چہرے سے نقاب کو بالکل الٹ دوں اور آپ کو بتاؤں کہ معاہدات کی سطریں ہماری خود مختاری کی آئینہ دار تھیں لیکن علا ہم محکوم و مغلوب ہو چکے ہیں .... ہمارا مطالبہ یہ ہے کہ اب جب کہ انگریز اپنے محکوموں کو آزادی دینے آمادہ ہو چکے ہیں اور ختم جنگ کے ساتھ ہی ان کو نو آبادیات و مشترک کے مطابق مقبوضاتی درجہ دینے کا وعدہ کر لیا ہے ہم سے وعدہ کریں کہ ہندوستان کے مستقبل کے ساتھ ہمارے معاہدات قابل تجدید ہوں گے اور ہم ہندوستان کی جدید حکومت سے تازہ معاہدات کریں گے۔"

نواب صاحب کی اس تقریر پر تبصرہ کرتے ہوئے "معاصر رعیت" نے تحریر کیا ہے کہ:-

"حیدرآباد کی خود مختاری ایک تاریخی واقعہ ہے۔ حیدرآباد کی خود مختاری اہل حیدرآباد کا ایک مشترکہ مقصد ہے۔ حیدرآباد کی خود مختاری اہل حیدرآباد کا ایک مشترکہ نعرہ ہے اور یوم خود مختاری اہل حیدرآباد کا ایک قومی جشن ہے۔ اور جیسا کہ مسٹر اکبر علی خاں بیرسٹر نے یوم خود مختاری کے موقع پر اپنی تقریر میں کہا ہے "حیدرآبادی کو کر ڈپٹ سے تو وہ اس سلطنت ابد مدت کا حامی و پرستار سمجھے گا۔ کیوں کہ ایک حیدرآبادی سلطنت کی خود مختاری کو اپنی خود مختاری تصور کرتا ہے۔ بادشاہ کی خود مختاری کے معنے پبلک کی خود مختاری کے ہیں چونکہ بادشاہ اور رعایا ان میں کوئی غیر نہیں سب ایک ہیں اور سب کے مفادات ایک ہیں۔ لہذا اہل حیدرآباد مملکت آصفیہ کی حقیقی خود مختاری اور آزادی کے لئے سر بکف ہیں۔"

"معاصر مشیر دکن" نے نواب صاحب کے خیالات کی تائید کرتے ہوئے تحریر کیا ہے کہ:-

"نواب بہادر یار جنگ بہادر محترم صدر جلسۂ یوم خود مختاری نے اس امر کا اعلان فرمایا ہے کہ "میں عظیم تر وسیع ہندوستان میں عظیم تر وسیع حیدرآباد چاہتا ہوں"۔ اس سے نواب صاحب کے ان جذبات کا اظہار ہوتا ہے جو ہندوستان کی آزادی اور حیدرآباد کی خود مختاری اور کاملیت کی حمایت میں ممدوح کے دل میں موجزن ہیں .... رعایائے ملک سرکار عالی کا کوئی طبقہ یا کوئی فرد ایسا نہیں ہو گا جو ہماری ریاست ابد مدت کی خود مختاری کا خواہاں نہ ہو۔"

بے اعتنائی۔

حیدرآباد کی خود مختاری اور معاہداتی موقف کی بازیابی کا مطالبہ ایک قدیم اور دیرینہ مطالبہ ہے۔ یاد ہو گا کہ چند سال قبل حضرت بندگان اقدس نے اپنے ایک کتر میں جو لارڈ ریڈنگ کا موسومہ تھا حیدرآباد کی آئینی حیثیت کی وضاحت فرماتے ہوئے یہ ارشاد فرمایا تھا کہ ما بہ استثناء ایسے معاملات جن کا تعلق خارجی حکومتوں اور امور خارجہ سے ہے نظام حیدرآباد اس ریاست کے اندرونی معاملات میں ہمیشہ مختار کل رہے ہیں۔ بالکل اسی طرح جس طرح کہ برطانوی حکومت برطانوی ہند میں ہے"۔ اس کے کچھ عرصہ بعد جب گول میز کانفرنس منعقد ہو رہی تھیں اور شرکت وفاق کا مسئلہ زیر بحث تھا حیدرآباد کے چند سیاسی کارکنوں اور اداروں کی جانب سے خود مختاری اور معاہداتی موقف کی بازیابی کا مطالبہ پیش کیا گیا تھا اسی زمانہ میں چند پبلک کارکنوں نے جمعیت رعایائے نظام کے نام سے ایک ادارہ قائم کرنے کی کوشش کی تھی اور اس ادارہ کے مسلک میں بھی خود مختاری اور معاہداتی موقف کی بازیابی کے مطالبہ کو پہلی جگہ دی گئی تھی۔ حالیہ زمانہ میں مجلس اتحاد المسلمین اور جماعت اتحاد و ترقی نے اپنی ان یادداشتوں میں جو حکومت کے آگے پیش کی گئی ہیں اس مطالبہ پر زور دیا تھا۔ ہمیں افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ ان تمام مواقع پر حیدرآباد کے ایسے پبلک کارکن اور ادارے جو برطانوی ہند کی اصطلاحات اور نعروں کا شکار بنے ہوئے تھے اور برطانوی ہند کی تحریکات اور طریقۂ عمل کی اندھی تقلید کرنا اپنا شعار بنا رکھا تھا معاہداتی موقف کی بازیابی کے مطالبہ سے بے اعتنائی برتتے رہے۔ اس بے اعتنائی کے اسباب و علل پر بحث کرنا یا ان محرکات پر روشنی ڈالنا جو اس کے پیچھے کار فرما تھے اس وقت لا حاصل ہے۔

"معاصر رعیت" اور "مشیر دکن" نے نواب بہادر یار جنگ بہادر کی جس گرم جوشی کے ساتھ تائید کی ہے ہم اس کا خیر مقدم کرتے ہیں۔ مگر اس کے ساتھ ساتھ ہم یہ عرض کرنا بھی ضروری سمجھتے ہیں کہ اگر یہ گرم جوشی موقتی اور مصلحت بینی پر مبنی نہیں ہے بلکہ ایک حقیقی ایقان کا نتیجہ ہے تو مطالبۂ خود مختاری کے مضمرات کو بھی پیش نظر رکھنا ضروری ہے۔ ہمارے نزدیک خود مختاری کے معنے یہ ہیں کہ حیدرآباد ایک سیاسی وحدت ہے جو کسی بیرونی مداخلت کو خواہ وہ کسی حکومت کی جانب سے ہو یا کسی ادارے کی جانب سے ——— چاہے یہ ادارہ کتنا ہی بڑا اور وسیع کیوں نہ ہو ——— گوارا نہیں کر سکتی۔ بیرونی مداخلت سے جیسا کہ ہر متعلم سیاسیات جانتا ہے نہ صرف حیدرآباد کے شاہی اقتدارات متاثر ہوتے ہیں بلکہ ہماری معاشی ترقی کے امکانات بھی۔ اس حقیقت سے واقف ہونے کے باوجود ہمارے بعض پبلک کارکن اور ادارے اپنے اندرونی معاملات کے تصفیہ کے لئے یا تو بیرونی اداروں سے رجوع کرتے ہیں یا بیرونی حکومت کی مداخلت کو مدعو کرتے ہیں۔ اور بعض پبلک کارکن بیرونی نظریات اور تحریکات کا حیدرآباد میں پرچار کر رہے ہیں۔ ایسی سرگرمیاں نہ صرف فرقہ داری ہم آہنگی کے لئے مضر ہیں بلکہ ہمارے تصور خود مختاری کے بھی منافی ہیں۔ ایک طرف حیدرآباد کو ایک سیاسی وحدت تصور کرنا اور اس کی خود مختاری کا نعرہ لگانا اور دوسری طرف بیرونی اداروں سے تعلقات قائم رکھنا اور ان اداروں کا براہ راست یا بالواسطہ پرچار کرنا ایک ایسا معمہ ہے جس کو ہم سمجھنے سے قاصر ہیں۔ ہمارے نزدیک ایک سچا حیدرآبادی وہی ہے جس کی زندگی کا نصب العین حیدرآباد کی سیاسی وحدت کو قائم و برقرار اور اس کو بیرونی تحریکات کے اثر اور سرگرمیوں سے محفوظ رکھنا ہو۔

پبلک کارکنوں کا فرض۔

اگر اس نصب العین پر جس کا ہم نے سطور بالا میں ذکر

کیا ہے حیدرآباد کے سارے پبلک کارکن متفق ہو جائیں تو دیا اتحاد حیدرآباد کی حقیقی ترقی کا پیش خیمہ ثابت ہوگا۔ یہ بات بھی ذہن نشین رکھنی چاہیے کہ خود مختاری اور مساویانہ موقف کی بازیابی کا مسئلہ حیدرآباد کا سب سے اہم مسئلہ ہے اور باقی مسائل بالکل ضمنی ہیں اور اس کے تصفیہ پر ہماری حقیقی ترقی کا دارومدار ہے۔ ملک میں نظم و نسق کا قیام، اعلیٰ عہدہ داران حکومت کا اپنے آپ کو اپنے شعبوں کا ذمہ دار اور جوابدہ تصور کرنا، ملک کی صنعتی ترقی اور مالیاتی استحکام غرض یہ سارے امور مساویانہ موقف کی بازیابی پر منحصر ہیں۔ نفسیاتی نقطۂ نظر سے اس کا جو اثر مرتب ہوگا وہ محتاج بیان نہیں۔ ہم میں اولوالعزمی، بلند حوصلگی، وسعت نظر اور قوت عمل اسی وقت پیدا ہوگی جب ہم محسوس کریں گے کہ اقتدار اعلیٰ کا مرکز کنگ کوٹھی مبارک میں محفوظ و مستحکم ہو گیا ہے۔ جب یہ احساس عام ہو جائے گا کہ اگر ہم چاہیں تو ترقی کر سکتے ہیں تو ہمارا جذبۂ اصلاح و ترقی عملی سرگرمیوں میں مبدل ہو جائے گا۔ اگر ہمارے ہندو اور مسلم قائدین یہ تہیہ کر لیں کہ وہ حیدرآباد کو بیرونی مداخلت سے محفوظ رکھیں گے اور بیرونی تحریکات کے اثرات کا مقابلہ کرنے کے لئے موثر تدابیر اختیار کریں گے اور اس امر کی کوشش کریں گے کہ ہندوستان کی آئندہ حکومت سے حیدرآباد کو جدید معاہدات کرنے کا حق حاصل ہو جائے تو ہمیں یقین ہے کہ حیدرآباد کا مستقبل خوش آئند ہوگا۔ ورنہ قدیمی تعلقات کے ساتھ خود مختاری کے تصور سے لگانا سود مند نہ ہوگا۔

پھر وہی پروپگنڈہ

"گولکنڈہ پتریکا" نے اپنی ۱۰ اگست کی اشاعت میں یہ خبر شائع کی ہے کہ

موضع امیاپور ضلع نلگنڈہ میں (۱۰۶) ایکڑ اراضی بن چرائی کے لئے مختص ہے اور سروے نمبر (۹۶) اور (۱۴۱) پٹہ داروں کی ملک ہیں لیکن ان اراضیات کو بزور قبضہ کاشت میں مسلمانوں کے نام منتقل کر دیا گیا ہے جس سے پبلک میں بے چینی پیدا ہو گئی ہے۔ اس موضع میں عیسائی اور ہریجن بھی رہتے ہیں لیکن ان کے قبضہ میں کوئی اراضی نہیں۔ غریب مویشیوں کا کیا حشر ہوگا چارہ کی قلت کی وجہ سے مویشی بھوکے ہی مر رہے ہیں۔ بن چرائی کی زمین کو زراعت کی غرض سے دے دینے میں اس ہیر ان [illegible] امیدوار کا مسلم [illegible] کیا مقصد تھا۔

دو ایوانی مقننہ کا مطالبہ

مجلس جاگیرداران کا پریس نوٹ

حیدرآباد ۱۰ اگست۔ پریس نوٹ مجلس جاگیرداران سرکار آصفیہ منظورہ جلسہ انتظامی منعقدہ ۹ شہریور ۱۳۵۱ف۔

مجلس جاگیرداران سرکار آصفیہ کی مجلس انتظامی نے سر محمد یعقوب مشیر اصلاحات سرکار عالی کے ایک مقالہ کو جس کا عنوان "حیدرآباد میں اصلاحات دستوری کا ارتقاء" ہے اور جو اخبار سلطنت میں دو دفعہ اشاعت پذیر ہوا ہے بغور پڑھا۔ سر محمد یعقوب ایک تجربہ کار سیاست داں ہیں اور ان کا یہ مقالہ بہ لحاظ استدلال تحسین و آفرین ہے لیکن مجلس کو اس میں یہ پڑھ کر انتہائی حیرت ہوئی کہ حکومت سرکار عالی کے مشیر اصلاحات حیدرآباد میں ایک ایوانی مقننہ کے قیام کو امراء و جاگیرداران کی روشن خیالی کی ایک بین دلیل تصور کرتے ہیں۔ حیدرآبادی امراء و جاگیرداران زمانہ کی رفتار کا ہمیشہ ساتھ دیتے رہے لیکن یہ ضروری نہیں ہے کہ ان کی روشن خیالی کا انحصار صرف ایک ایوانی مقننہ کی تجویز ہی پر ہو۔

سر محمد یعقوب سے بڑھ کر کون جانتا ہے کہ دنیا میں کسی حکومت کا نظام یکساں نہیں ہوتا ہے دنیا کی مشہور ترین جمہوریتوں کے دستور اپنے ملک کے حالات اور جداگانہ ضروریات کے مد نظر ایک دوسرے سے مختلف بلکہ بعض صورتوں میں متضاد حیثیت رکھتے ہیں۔ دو ایوانی مقننہ کا قیام ممکن ہے کسی ملک میں سرمایہ داری اور نظام زمینداری کے تحفظ کا ذریعہ سمجھا جاتا ہے لیکن حیدرآبادی امراء اپنے جاگیرداری نظام پر ہمیشہ سلاطین آصفیہ کے اقتدار کامل کو ترجیح دیتے رہے ہیں اور یہی وجہ ہے کہ انہوں نے دستوری اصلاحات کے بروئے کار آنے میں ایک ایوانی مقننہ کو شاہی اقتدار کے لئے مضر سمجھا اور دو ایوانی مقننہ پر اصرار کیا۔ مجلس کو تعجب ہے کہ امراء و جاگیرداروں کا یہ اصرار حکومت سرکار عالی کے مشیر اصلاحات کی دوربین نگاہوں سے کس طرح پوشیدہ رہا اور امراء و جاگیرداران سلطنت آصفیہ نہایت ایمانداری اور روشن خیالی کے ساتھ آج بھی یہ تصور کرتے ہیں کہ حیدرآباد کی تاریخی روایاتی حیثیت کے استقرار و استحکام، شاہی اقتدارات کے تحفظ، رعایا کی ضروریات سے حکومت کی براہ راست واقفیت اور رعایا کے حکومت میں موثر اشتراک عمل کے لئے اگر کوئی دستور مفید ہو سکتا ہے تو وہ ایسا دستور ہے جس میں دو ایوانی مقننہ قائم ہو اور ایوان بالا کو اہمیت دی گئی ہو۔ آج بھی امراء و جاگیرداران سلطنت اپنے اسی عقیدہ پر قائم ہیں۔ البتہ تسلیم ہے کہ اپنے اس مطالبہ کے منوانے میں تخت و تاج آصفی سے اپنی خصوصی وابستگی کے باعث انہوں نے ایسے طریقے اختیار نہیں کئے جو دنیا کے عوامی سیاسی ادارے کیا کرتے ہیں۔ امراء و جاگیرداران سلطنت کو یقین ہے کہ سر محمد یعقوب مشیر اصلاحات سلطنت آصفیہ اپنی اخذ کردہ رائے پر جائزہ لیں گے اور جاگیرداروں کے اس مطالبہ پر حکومت کو آمادہ کرنے کی انتہائی کوشش فرمائیں گے۔

اردو، ہندی، ہندستانی

"بمبئی کرانیکل" کے ہفتہ وار ایڈیشن میں ایک نامہ نگار نے ان الفاظ کی ایک فہرست شائع کی ہے جو آل انڈیا کانگریس کمیٹی میں تقریر کرتے ہوئے مختلف مقررین نے استعمال کئے تھے اور یہ بتلایا ہے کہ اردو کو مسلمانوں کی اور ہندی کو ہندوؤں کی زبان کہنا بالکل غلط ہے۔

حسب ذیل میں وہ اردو الفاظ درج کئے جاتے ہیں جو گاندھی جی نے جو ایک ہندو اور گجراتی ہیں اپنی تقریر کے دوران میں استعمال کئے تھے۔

تیب - صدمہ - کنارہ - بہتر
دین - مسالہ - موقعہ - طاقت
دنیا - شروع - اعتبار - ہضم
شخص - امن - امتحان - آداب
دعویٰ۔

اس کے برعکس ڈاکٹر محمد اشرف نے اپنی تقریر میں حسب ذیل ہندی الفاظ استعمال کئے۔

اندولن (تحریک)
جنتا (لوگ)
ایکتا (اتحاد)
رکشا (مدد)
آتم ہتیا (خود کشی)
کرانتی (انقلاب)
پرچار (اشاعت و تحریک)

پنڈت جواہر لال نہرو نے اپنی تقریر "صاحب صدر اور برادران وطن" کے الفاظ سے شروع کی۔ اس کے برخلاف ڈاکٹر اشرف نے صدر کانگریس کو "سبھاپتی" کے لفظ سے خطاب کیا۔ آچاریہ نریندر دیو کی اردو منشی [illegible] کسی گجراتی مسلمان سے بہتر ہے اس سے یہ نتیجہ اخذ ہوتا ہے کہ

(۱) اردو و ہندی کے ساتھ کو فرقہ داری امتیازات سے کوئی تعلق نہیں۔

(۲) اردو اور ہندی الفاظ کی آمیزش سے ہم ہندستانی زبان تشکیل دے سکتے ہیں جو ہماری قومی زبان ہوگی۔

حیدرآباد کے معدنی وسائل

محکمۂ طبقات الارض کی تحقیقات

یہ تو سبھی کو معلوم ہے کہ جن ملکوں میں معدنی وسائل موجود ہیں وہاں ان قدرتی وسائل سے صنعتی طور پر استفادہ کرنے کے بعد ہی صنعت و حرفت، کل و کل، انجینئری اور بنکنگ وغیرہ کے سلسلہ میں ترقی ہوسکی۔ قومی مرفہ الحالی اور سیاسی اہمیت کا انحصار بڑی حد تک حسب ذیل دو امور پر ہے ایک تو یہ کہ ماہران طبقات الارض ان معدنی وسائل کا پتہ چلائیں جن سے استفادہ کیا جاسکتا ہے دوسرے یہ کہ اہل صنعت ان وسائل کو معاشی منفعت کے لئے استعمال کرنے کے امکانات معلوم کریں۔ ماہر طبقات الارض کا فریضہ ہے کہ تحقیقات کے بعد نہایت صحت کے ساتھ مختلف اقسام دریافت کرے اور اگر مزید انکشافات ہونے کا یقین ہو تو احتیاط کے ساتھ گہرے کھدوا کر طبقاتی مطالعہ کرے۔ مثلاً دکن میں سونا کی ایک خاص قسم کو دھاتی مرکب یا دھات بہت پایا جاتا ہے۔ اسی طرح گرانائٹ اور چینک مرکبات میں کوارٹز، فلسپار اور بعض قیمتی پتھر مثلاً نیلم اور زمرد ملتے ہیں خاص قسم کی چٹانوں میں جو زیادہ تر سبز گل سے بنی ہیں اور جنھیں پائپ کا نمونہ کہلاتی ہیں ہیرے پائے جاتے ہیں ان کے برخلاف گولکنڈہ والے کے حصے ہیں اس ماہران طبقات الارض کا کہنا ہوا ہے اس طرح واضح ہے کہ اس ملک میں معدنیات کا پتا چلنے کے لئے ایک معدنی نقشہ تیار کرنا نہایت ضروری ہے۔

حیدرآباد میں طبقات الارض کی تحقیقات

ممالک محروسہ سرکار عالی میں طبقات الارض کی تحقیقات کے لئے سرلینڈ ون پیاسکو سابق ناظم طبقات الارض حکومت ہند کے مشورہ سے ۱۳۳۲ف ہی میں محکمہ طبقات الارض قائم ہوچکا تھا مولوی خورشید مرزا صاحب اس محکمہ کے ناظم مقرر ہوئے محکمہ مذکور قائم ہونے کے بعد سات سال کے عرصہ میں اضلاع عادل آباد اور نظام آباد کا سارا علاقہ اور اضلاع اطراف بلدہ، کریم نگر اور نلگنڈہ کے بعض حصوں میں طبقات الارض کی پیمائش عمل میں آئی۔ اس طرح کل (۳۵۰۰۰) مربع میل علاقے کے متعلق سرکاری نقشے مرتب کئے گئے ۱۳۳۹ف اور ۱۳۴۳ف کی درمیانی مدت میں یہ محکمہ کمیشن من آبپاشی کے تحت رہا جو جدید محکمہ کندیدگی باولیات کے اسپیشل افسر بھی مقرر کئے گئے تھے۔

اس زمانہ میں دو آبہ رائچور کا سارا علاقہ اور اضلاع گلبرگہ، محبوب نگر اور عثمان آباد کے بعض حصوں کی جن کا مجموعی رقبہ (۱۰۰۰۰) مربع میل ہے پیمائش کی گئی بجا طور پر کہا جاسکتا ہے کہ اضلاع رائچور اور گلبرگہ میں سونے کی کانوں سے دوبارہ استفادہ کرنے کے لئے جو کارروائی کی گئی ہے وہ اسی پیمائش کا نتیجہ ہے۔ اسی پیمائش میں کان کنی کے قدیم مقامات کا بھی انکشاف ہوا ہے۔ اس زمانہ کے تحقیقات میں دوسرے معدنیات کا بھی جو معاشی اہمیت رکھتے ہیں پتہ چلا ہے مثلاً لوہے کی کچ دھاتیں کوارٹز، فلسپار، زیرونش، تانبے کی کچ دھاتیں ملی ہوئی مٹی، ابرق اور بعض نیم قیمتی پتھر وغیرہ

تیسرا دور

کمیشن من کے انتقال پر محکمہ دوبارہ مولوی خورشید مرزا صاحب کے تحت حکومت سرکار عالی کو منتقل کیا گیا اور اضلاع گلبرگہ، محبوب نگر اور نلگنڈہ میں تحقیقات جاری رکھی گئیں ۱۳۴۳ف تک (۶۰۰۰) مربع میل کی پیمائش کی گئی۔ اس طرح ۱۳۴۹ف تک کل (۴۹۵۰۰) مربع میل یعنی مملکت حیدرآباد کے ایک تہائی سے زائد رقبہ کی طبقات الارض تحقیقات مکمل ہوچکی ہیں

ماہر فن کو مشیر مقرر کیا گیا

۱۳۴۹ف میں ڈاکٹر اے۔ ایم۔ ہیرون کو جو حکومت ہند کے سابق ناظم طبقات الارض ہیں حکومت سرکار عالی نے اسپیشل افسر اور مشیر معدنیات حکومت سرکار عالی کی حیثیت سے مامور کیا۔ انھوں نے محکمہ طبقات الارض کی کارگزاری کی تعریف کی اور راست معلومات حاصل کرنے کے لئے ریاست کے کئی علاقوں کا دورہ کرنے کے بعد ایک لائحہ عمل مرتب کیا جس میں ان علاقوں کو ترجیح دی گئی ہے جہاں فوری معاشی استفادہ کے امکانات ہیں۔ اس لائحہ عمل کے مطابق پہلے اضلاع محبوب نگر اور نلگنڈہ کی تحقیقات مکمل کی جائیں گی۔ اور دریائے کرشنا کے شمالی جانب ہیرے کے ذرات رکھنے والے مرکبات پر خاص توجہ کی جائے گی۔ اضلاع ورنگل، کریم نگر اور میدک اور اضلاع عادل آباد اور نظام آباد کے بعض حصوں کی پیمائش ایک ساتھ ہوگی کیونکہ یہاں سائنٹفک اور معاشی اہمیت رکھنے والے معدنیات ملنے کی توقع ہے ڈاکٹر ہیرون کے بنائے ہوئے پروگرام کے مطابق کام شروع ہوچکا ہے

معدنی تحقیق

اس وقت تک جو تحقیقات ہوئی ہیں معاشی اہمیت رکھنے والی (۳۵) معدنیات کا پتہ چلا ہے لیکن ابھی یہ معلوم نہیں ہوا کہ ریاست میں ان کی اتنی مقدار ہے بھی یا نہیں جس سے بڑے پیمانے پر متعلقہ صنعتوں کا آغاز ہوجائے لیکن چونکہ ابھی تقریباً دو تہائی ریاست کی پیمائش باقی ہے اور اس کے بعض حصوں میں معدنیات کے کثیر مقدار دستیاب ہونے کی توقع ہے اس لئے امید کی جاسکتی ہے کہ ان میں سے اکثر معدنیات کی اتنی مقدار حاصل ہوگی جس سے صنعتی طور پر استفادہ کیا جاسکے حسب ذیل فقروں سے معلوم ہوگا کہ جو معدنیات اس مملکت میں زیادہ مقدار میں مل سکتی ہیں ان سے متعلقہ صنعتیں کس طرح شروع کی جاسکیں گی۔

لوہا

ریاست کے کئی حصوں میں اور خاص طور پر ضلع عادل آباد میں لوہے کی کچ دھاتوں کی اتنی مقدار کا پتہ چلا ہے جو صنعتی استفادہ کے لئے کفایت کرے گی۔ لیکن لوہے کو پگھلانے والا کوئلہ دور ہونے کی وجہ سے ابھی کارخانے شروع نہیں کئے جاسکیں۔ البتہ برقابی قوتوں کی اسکیم مکمل ہوجانے کے بعد یہ دشواری رفع ہوجائے گی۔

فن کوزہ گری

بیدر، نلگنڈہ، گلبرگہ اور اطراف بلدہ میں خاص قسم کی مٹی جو گیرو کہلاتی ہے اور سودون کی کافی مقدار موجود ہے۔ اس مٹی کے بعض اقسام کا امتحان کرنے سے معلوم ہوا کہ فن کوزہ گری کے لئے یہ نہایت موزوں ہے۔

شیشہ سازی

رائچور، گلبرگہ، محبوب نگر، نلگنڈہ اور اطراف بلدہ میں کوارٹز اور ریت کی وافر مقدار ہے۔ اور اضلاع رائچور، گلبرگہ اور محبوب نگر میں سوڈا مل سکتا ہے۔ اس علاقوں میں زمانہ گزشتہ میں مقامی خام پیداوار کی مدد سے کانچ کی چوڑیاں بنائی جاتی ہیں۔

دیگر مصنوعات

اضلاع نلگنڈہ اور ورنگل میں کورنڈم، گارنٹ اور اسٹورولائٹ جیسی معدنیات موجود ہیں۔ جن میں سے بعض کی مقدار بھی کافی ہے اس طرح نہایت تراش خراش اور ریگ وغیرہ کی مصنوعات جاری کی جاسکتی ہیں۔

تیلوں کو پاک صاف کرنا

دنیا کے ارنڈ کے بڑے مرکزوں میں سے ایک حیدرآباد بھی ہے۔ علاوہ ازیں یہاں مونگ پھلی، تل اور نباتات کے تیل بھی تیار ہوتے ہیں ان تیلوں کو پاک و صاف کرنے کیلئے خاص قسم کی مٹی مثلاً فلر کی مٹی کی ضرورت ہے حال ہی میں اضلاع گلبرگہ اور اطراف بلدہ میں اس مٹی کی کثیر مقدار کا پتہ چلا ہے۔

سونا

سونے کی برآمدگی کی صنعت ابتدائی مدارج طے کرچکی ہے۔ خاص طور پر ہٹی میں یہ صنعت فروغ پائے گی۔

رنگ اور رنگ دار روغن

لوہے کے آکسائیڈز اور مختلف قسم کی رنگ دار مٹیوں کی کافی مقدار اضلاع گلبرگہ اور اطراف بلدہ میں پائی جاتی ہے جس سے رنگوں اور رنگدار روغنوں کی تیاری میں بہت مدد ملے گی

نمک

محکمہ طبقات الارض نے نمک سازی کی قدیم صنعت کے احیاء کا امکان بھی بتلایا ہے۔ چنانچہ اضلاع رائچور، گلبرگہ اور محبوب نگر میں کھانے کے نمک اور دباغت کے نمک کے علاوہ شورہ، سوڈا اور میگنیشیم سلفیٹ بھی مل سکے گا۔

رنگ کٹ سفوف

ضلع نلگنڈہ میں گیلینا کے ساتھ خاص قسم کی کیلسائٹ بھی موجود ہیں۔ حکومت ہند کے محکمہ طبقات الارض نے تجربے سے ثابت کیا ہے کہ خاص کیلسائٹ کی مدد سے رنگ کٹ سفوف تیار ہوسکتا ہے۔

معدنی اون

معدنی اون حال حال میں دریافت کیا گیا۔ ریاست میں بنائے گئے اور کئی ایسے چونے دار پتھروں سے تیار کیا جاتا ہے مختلف صنعتوں میں اس کا کثرت سے استعمال ہوتا ہے اس قسم کے نرم چونے دار پتھر اضلاع نلگنڈہ، محبوب نگر اور گلبرگہ میں کثیر مقدار میں موجود ہیں۔

ملک کو صنعتی بنانے کے لئے فنی تربیت ضروری ہے

کسی قوم کی ترقی کی صحیح علامت مادی اور ثقافتی دونوں لحاظ سے اس کی صنعت سازی ہے۔ آج کل دنیا کی عظیم ترین اقوام وہی ہیں جن میں صنعت کاری نے زیادہ سے زیادہ رواج پایا ہے۔ ہندوستان کے سیاستدان بھی اپنے ملک کو صنعتی بنانے کے اسی لئے متمنی ہیں کہ وہ دنیا کی بڑی بڑی اقوام کے دوش بدوش کھڑے ہو سکیں۔ لیکن تا وقتیکہ ملک کے باشندوں کی ایک کثیر تعداد کو بڑی بڑی کلوں کے استعمال کی تربیت نہ دی جائے ملک صنعتی نہیں بن سکتا۔ اور ایسے اشخاص کے بغیر کلوں کی موجودگی بیکار ہے کیوں کہ محض مشین ملک کو صنعتی نہیں بنا سکتیں۔ صنعتی ترقی کی سب سے مقدم ترین احتیاج تربیت یافتہ کاریگروں کا وجود ہے۔ مگر یہ ایک افسوسناک حقیقت ہے کہ ہندوستان جیسے وسیع ملک میں جہاں قدرتی وسائل بافراط موجود ہیں۔ ایسے اشخاص کی بادی النظر قلت ہے۔ حیدرآباد میں بھی ایسے تربیت یافتہ فن کاروں کی بہت کمی ہے۔ اسی لئے یہاں کے لوگ جو بڑے بڑے کارخانے کھولنے کی قدرت رکھتے ہیں۔ اس طرف قدم اٹھاتے ہوئے ہچکچاتے ہیں۔ وہ جانتے ہیں کہ تربیت یافتہ کاریگروں کی عدم موجودگی میں اپنے عزائم کو عملی جامہ پہنانا ان کے لئے مالی خسارہ کا باعث ہوگا۔

برطانوی ہند اور حیدرآباد دونوں جگہ کے پبلک نمائندوں نے ہمیشہ ملک کو صنعتی بنانے کا پرزور مطالبہ کیا ہے مگر فنی تربیت کے مسئلہ کو تشفی بخش طور پر سلجھانے میں ہمیشہ ناکام رہے اور اسی لئے ان کے مساعی حسب دلخواہ بار آور نہیں ہوئے۔ لیکن اب بھی اس جانب تیزی کے ساتھ قدم اٹھایا جا سکتا ہے۔

جنگ اور صنعتی تحریک۔

جنگ نے ہمارے لئے نئی راہیں کھول دی ہیں اور ہم اپنے ملک میں جوق درجوق تربیت یافتہ کاریگر تیار کرکے صنعت کو فروغ دے سکتے ہیں۔ یہ نادر ترین موقع ہے اور ایسے موقعے شاذ و نادر ہی حاصل ہوا کرتے ہیں۔ اگر یہ موقع ایک دفعہ ہاتھ سے نکل جائے تو قوم کی ترقی میں سالہا سال جمود پیدا ہو جاتا ہے ہم اس موقع پر دنیا کے آگے یہ ثابت کر سکتے ہیں کہ ہم نہ صرف افواج اور ہوائی طاقت سے مسلح ہو کر اپنے ملک اور مہذب اقوام کی حفاظت کر سکتے ہیں بلکہ ہم کاریگروں کی بھی ایک ایسی کثیر فوج تیار کر سکتے ہیں جو محاذ پر لڑنے والوں کے لئے وسائل اور آلات حرب مہیا کر سکتی ہے جن کے ذریعہ وہ دشمن پر چھاپے کی بوچھار کر سکیں۔ یہ فن دان کاریگر اگر آج ان جدید مشینوں کے استعمال سے واقف ہو جائیں۔ جو ہمارے محفظ کے لئے ضروری سامان مہیا کرتے ہیں تو یہی لوگ مستقبل میں ہمارے ملک کو صنعتی بنانے میں ممد و معاون ہو جائیں گے۔ علاوہ ازیں وہ ہنر خود ان ہی کے لئے صرف ایک پیشہ کا کام نہیں دے گا بلکہ زندگی بھران کے لئے ہر آڑے وقت میں کام آئیگا اور آئندہ ان کو بھی بے روزگاری کی کمی جھیلنی نہیں پڑے گی۔ باوجود حکومت کی ان کوششوں کے جو بے روزگاری کو دور کرنے کے لئے کیجا رہی ہیں۔ حیدرآباد میں بے روزگاری کا فی صد کافی بلند ہے۔ کاش یہ سب اور بہت سارے لوگ صرف یہ جان لیں کہ اس قسم کی تربیت کی بدولت انہیں اپنی زندگی کے احتیاجات فراہم کرنے کے کیسے بیش بہا مواقع حاصل ہو جاتے ہیں۔

دشمن سے سبق لو۔

جاپان جو آج ہمارا سب سے زبردست دشمن ہے زیادہ عرصہ نہیں گزرا کہ وہ ہمارے ہی طرح کا غیر صنعتی ملک تھا۔ لیکن جب اس کو مواقع ملے اور یہ جنگی حالات کے دوران ہی میں حاصل ہوئے تھے تو اس نے ان کو رائیگاں نہیں کیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ ایک اعلیٰ صنعتی ملک بن گیا۔ یہ خیال جو ہمارے لئے سود مند ہو اگر دشمن سے لی جائے تو کوئی مضائقہ نہیں بلکہ یہ تو اور بھی مستحسن چیز ہے۔

اس طرح گویا کہ ہم شعارہ کی زبان میں خود دشمن کے ہتھیار سے اسی پر وار کرتے ہیں جاپان نے گزشتہ روسی جاپانی جنگ کے موقع پر اپنے ابنائے ملک کو فنی کام سکھانے کا بیڑا اٹھایا تھا۔ اسی کا نتیجہ ہے کہ وہی لوگ جو بڑی بڑی مشینیں چلایا کرتے تھے اختتام جنگ پر کارخانے چلانے میں بہت کارآمد ثابت ہوئے اور دیگر صنعتی ممالک کا کامیابی سے مقابلہ کر سکے۔ سنہ ۱۹۱۴ء کی جنگ عظیم تک جاپان ایک اعلیٰ درجہ کا صنعتی ملک بن گیا اور اس وقت متحارب اقوام کے لئے آلات حرب مہیا کر سکا۔ ساتھ ہی اس نے اپنے خزانے بھی معمور کر لئے۔ لیکن اس سے جاپان کی حرص و آز بڑھتی گئی جس کی وجہ اب سزا بھگت رہا ہے۔

ملک کی خوش حالی۔

ہندوستان کو صنعتی ملک بننے کی شدید ضرورت ہے۔ اس لئے نہیں کہ جاپان کی طرح دولت سمیٹے اور حریص تر ہو جائے بلکہ دولت کمائے آسودہ حالی اور مسرت حاصل کرے۔ صنعت سازی کے لئے ہماری جد و جہد کا یہی مدعا ہے لیکن ہندوستان ہاتھ پر ہاتھ دھرے خاموش نہیں بیٹھ سکتا جبکہ دشمن در آنے کی دھمکی دے رہا ہو۔ یہ ضروری ہے کہ ہم بھی اس کا ترکی بہ ترکی جواب دیں لہذا وقت کی فوری اور اہم ضرورت یہ ہے کہ ہم ان لڑنے والوں کی امداد کریں جو ہمارے لئے خود ہمارے ملک کی سرحدوں اور مختلف محاذوں پر مصروف پیکار ہیں اور انہیں ساز و سامان مہیا کرکے فتح مندی کی راہ پر گامزن ہونے میں مدد دیں ہم ان کو سامان اور وہ بھی کثیر مقدار میں بھیج سکتے ہیں بشرطیکہ ہم میں اس کے بنانے کی اہلیت ہو۔ اس مسئلہ میں پھر ایک مرتبہ حیدرآباد سب میں بڑی ریاست کی حیثیت سے سارے ہندوستان کی قیادت کر سکتا ہے۔ حکومت سرکار عالی فن دان کاریگر مہیا کرنے کے لئے تربیتی مراکز قائم کرکے اور زیر تربیت اشخاص کو وظائف دے کر مکمل سعی عمل میں لا رہی ہے۔ لیکن حکومت کی کوششیں ہی بار آور نہیں ہو سکتیں جب تک کہ عوام بھی گرم جوشی کے ساتھ اس بارے میں ہاتھ نہ بٹائیں۔ ان کو چاہئے کہ اس موقع سے جو حاصل ہوا ہے فائدہ اٹھائیں اور اپنے ملک کو فائدہ پہنچائیں اگر وہ خود کو فنی تربیت سے آراستہ کرکے کاریگر بن جائیں تو وہ زمانہ حاضرہ کی عظیم کشمکش اور مستقبل کی خوش حالی میں اپنا صحیح مرتبہ حاصل کر سکیں گے۔

پبلک کارکنوں کے مشاغل

کھادی پرچار سنگھ کی مجلس عاملہ نے طے کیا ہے کہ مس پدما نائیڈو کو مسٹر رام کشن دھوت کے بجائے جو گرفتار ہو گئے ہیں، مستقر تنظیمی کے فرائض انجام دینے کا کام سپرد کیا جائے۔

کرناٹک کانفرنس کا پہلا اجلاس بمقام گنگاوتی پنڈت گرراو صاحب دیسائی وکیل ہائیکورٹ کی صدارت میں منعقد ہوا جس میں حسب ذیل قرار دادیں منظور کی گئیں (۱) اضلاع کے مستقر پر زبان کنڑی میں ایک مدرسہ فوقانیہ قائم کیا جائے (۲) رعایا کی درخواستیں بزبان کنڑی قبول کی جائیں اور صرف انہی عہدہ داروں کا تقرر کیا جائے جو کنڑی بخوبی جانتے ہوں۔ (۳) پانچسو آبادی کے ہر موضع میں ایک ابتدائی مدرسہ قائم کیا جائے (۴) آئینی ترمیمات کے لئے ایک کمیٹی تشکیل دی جائے جو سرکاری اور غیر سرکاری ارکان پر مشتمل ہو (۵) اہل کرناٹک کو چاہئے کہ ان ضلع واری کانفرنسوں میں شرکت نہ کریں جو دستوری اصلاحات کا جزو ہیں۔

ڈاکٹر میلکوٹے نے اپنی گرفتاری سے دو روز قبل یہ اپیل کی تھی۔ عدم تشدد پر سختی سے کاربند ہو۔ یہ امر نہایت افسوسناک ہے کہ چند نوجوانوں نے پولیس پر جو خود ہمارے ہی عزیز و اقارب ہیں سنگباری اور خشت باری کی۔ پولیس کے خلاف کینہ پروری گویا بیں حصہ لو بغض و کینہ سے خوف پیدا ہوتا ہے۔ انتقامی جذبے برانگیختہ ہوتے ہیں جس کا نتیجہ بدامنی و انتشار کی صورت میں ظہور پذیر ہوتا ہے۔ میں امید کرتا ہوں کہ آپ اپنی حرکتوں پر منفعل ہوں گے اور آئندہ تشدد سے احتراز کریں گے۔

عنقریب مسٹر نرسنگ راؤ اضلاع کے دورہ پر بسلسلہ پرچار آریہ سماج روانہ ہونے والے ہیں۔

انجمن اتحاد طلبائے بیت الاقوام کی مجلس عاملہ نے طے کیا ہے کہ انجمن کی جانب سے گولکنڈہ محل میں ایک دارالمطالعہ قائم کیا جائے۔

مولوی عبدالکریم صاحب تماپوری وکیل ہائیکورٹ کی صدارت میں زیر اہتمام مجلس اتحاد المسلمین ضلع گلبرگہ میں یوم خودداری منایا گیا۔

صدر جمعیت المشائخ حیدرآباد کو بار ہواں سالانہ اجلاس بھی مہینگی تربیتی تاریخوں میں منعقد کیا جا رہا ہے۔

سیاسی نمک پارے

از

کشاف

اس موقع پر جب کہ عام پبلک میں بہت جوش ہے کسی سے کوئی حرکت ایسی سرزد نہ ہونی چاہئے جس سے اس بنیاد کو ضرر لگے۔ لہذا احتیاط نہایت ضروری ہے۔ ہند مسلم پبلک کارکنوں پر عظیم ذمہ داری عائد ہے۔ اگر ذرا بھی لغزش ہوئی تو سخت صدمہ پہونچیگا۔

(رعیت)

اس احتیاط کا مظاہرہ روز سلطان بازار میں ہو رہا ہے۔ پولیس پر سنگ باری بھی احتیاط سے کی گئی اور پبلک کارکن بھی احتیاط سے اپنا فرض ادا کر رہے ہیں۔

اس مہلک حماقت کا جس میں فائدہ کا ذرا بھی شائبہ نہیں ہے ہمارے پاس کوئی جواب نہیں۔ کانگریس کے بڑے بڑے لیڈروں نے دفاع ہند کے تحت سوختہ سامانی کی پالیسی پر سختی سے احتجاج کیا ہے لیکن اب اسی سوختہ سامانی کی پالیسی کا نام لے کر وطن پرستی کے دعویدار جو نقصان پہونچا رہے ہیں وہ اس سے بدتر ہے جو فوجی حکام پہونچاتے (مسٹر راج گوپال چاری)

اس مہلک حماقت سے ایک فائدہ ضرور یہ ہوگا کہ جاپانی حملے کا خطرہ باقی نہ رہے گا۔ آخر جاپان حملہ کر کے کرے گا کیا؟

آگ اس گھر کو لگی ایسی کہ جو تھا جل گیا

عثمان آباد کے ایک نامہ نگار کی اطلاع ہے کہ:-

" نفع اندوزی کے سلسلہ میں سرمایہ داروں کے اس طرز عمل کی وجہ سے بہت زیادہ کوفت اور لوگوں کو پریشانی ہو رہی ہے کہ ایسی اشیاء جن کی گاہک کو ضرورت ہوتی ہے دوکان میں گاہک کی نظروں کے سامنے موجود ہوتی ہیں لیکن اس سے صاف کہہ دیا جاتا ہے کہ "نہیں ہے"۔ زیادہ اصرار پر بڑی متانت سے جواب ملتا ہے کہ آپ اس کے متعلق افسران متعلقہ سے شکایت کر سکتے ہیں۔"

اگر مولوی مقصود احمد خاں صاحب رکن پرائس کنٹرول کمیٹی عثمان آباد میں ہوتے تو ایک صحافتی بیان دے کر کے نفع اندوزی کا خاتمہ کر دیتے۔ آج کل قانون سے زیادہ اخباری بیانات ہی موثر ہوتے ہیں۔ عثمان آباد کے باشندوں کو فی الحال صبر کرنا چاہئے۔ اس زمانہ میں پریشانی کا اظہار کرنا دشمن کو اہم اطلاع دینا ہے۔

معاصر "پیام" نے "ایک اندھیری رات" کے عنوان کے تحت اپنے ایک اداریہ میں تحریر کیا ہے کہ:-

" ... وہ دن بھی ضرور آئے گا جب اس اندھیرے کی بھاری چادر میں روشنی کی نئی شعاعیں اپنا راستہ پیدا کریں گی اور مسلمانوں اور ہندوؤں کی زندگی کے ایک نئے دور کے آغاز کی نوید دیں گی جس دور میں نہ تو بھارت کی کوئی ایسی مقدس مرکزیت ہوگی جس کے قریب خود کے تیز جانا ممنوع ہو اور نہ ایسے نعرے ہوں گے اور نہ ایسے گیت ہوں گے جن کی گونج کوئی معنے نہ رکھتی ہو"

کسی نے فلسفی کی یہ تعریف کی تھی کہ:-

ایک نابینا ہے جو آدھی رات کو تاریک کمرے میں ایک کالی ٹوپی ڈھونڈ رہا ہے۔ بالکل یہی حالت آج کل ہمارے سیاسی لیڈروں کی ہے۔ اس وقت اس سیاسی تاریک اوٹ میں ہمارے لیڈروں کے چراغ گل ہو چکے ہیں حتیٰ کہ وہ اور ان کی باطنی روشنی بھی گل ہو گئی ہے۔ آئندہ کا حال حق تعالیٰ بہتر جانتا ہے۔

اب ہمارا کام بقول ہمارے معاصر کے صرف یہ رہ گیا ہے کہ ایک نئی قیادت کا اسی طرح انتظار کریں جس طرح کہ مسیح کا دنیا کو انتظار ہے۔

حیدرآباد کی خودمختاری ایک تاریخی واقعہ ہے۔

حیدرآباد کی خودمختاری اہل حیدرآباد کا ایک مشترکہ مقصد ہے۔

حیدرآباد کی خودمختاری اہل حیدرآباد کا ایک مشترکہ نعرہ ہے۔

اور یوم خودمختاری اہل حیدرآباد کا ایک قومی جشن۔ (رعیت)

اس قومی جشن میں مدیر "رعیت" ناسازی طبیعت کی وجہ سے شریک نہ ہو سکے۔

ہفتہ گذشتہ کانگریس اور مسلم لیگ سے متعلق مختلف بیانات مقامی اخبارات میں شائع ہوئے۔ ایک بیان کی سرخی تھی "کانگریس لیگ سے سمجھوتے کے لئے ہر وقت تیار تھی"۔ دوسرے بیان کی سرخی تھی "مسلم لیگ سمجھوتہ کی ہمیشہ خواہشمند رہی ہے"۔ اس موضوع پر مقامی اخبارات بھی کافی طبع آزمائی کر رہے ہیں۔ جب ہم اس مناقشہ کے تاریخی پس منظر پر نظر ڈالتے ہیں تو متعدد سوالات پیدا ہوتے ہیں۔ جیسے آزادی ہند کا نعرہ کیوں بلند کیا گیا؟ مسٹر راج گوپال چاری کے خلاف تادیبی کارروائی کیوں کی گئی؟ اور ڈاکٹر عبدالحمید قاضی نے کانگریس سے کیوں استعفیٰ دیا؟ تعبیر و تاویل کے گاڑھے غلاف کو ہٹا کر دیکھا جائے تو اصل حقیقت ڈاکٹر عبدالحمید قاضی کے الفاظ میں یوں ظاہر ہوتی ہے:-

" مجھے امید تھی کہ کانگریس اور لیگ میں کسی نہ کسی دن سمجھوتہ ہو جائے گا۔ لیکن میری حیرت اور رنج کی انتہا نہ رہی جب میں نے دیکھا کہ آل انڈیا کانگریس کمیٹی نے نہ صرف مسٹر راج گوپال چاری کی قرارداد کو مسترد کر دیا بلکہ جگت نارائن لال کی قرارداد منظور کر لی جس کی رو سے مسلمانوں کو ان صوبوں میں بھی خود ارادیت کا حق حاصل نہیں رہتا جہاں وہ اکثریت میں ہیں .... "بمبئی کرانیکل" مورخہ ۱۵ ر ۲۲ ر جون ۱۹۴۲ء کے کالموں کے ذریعہ میں نے گاندھی جی سے پرزور اپیل کی تھی کہ وہ اس خاص مسئلہ کو حل کریں لیکن اس پر کوئی توجہ نہیں کی گئی۔ گذشتہ چھ مہینے کے دوران میں کانگریسی لیڈروں کو میں نے یقین دلانے کی بے حد کوشش کی کہ مسلمانوں کو یا تو خود ارادیت کا حق دیا جائے یا ان کا اعتماد حاصل کرنے کے لئے مرکزی حکومت میں مساوی حیثیت دی جائے۔ لیکن مجھے افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ میری کوئی تجویز قبول نہیں کی گئی۔ .... اب بھی لوگوں کو یہ یقین ہے کہ اگر صوبہ جات کے حق خود ارادیت کو تسلیم کر لیا جائے اتحاد ہند کے لئے ایک عظیم الشان خدمت انجام دے رہے ہیں مگر یہ کس قدر افسوس کی بات ہے کہ کانگریس میں ان کے لئے زندگی کو ناممکن بنا دیا گیا ہے۔ ان آمرانہ ہتھکنڈوں کی وجہ سے ان کو کانگریس اور مدراس اسمبلی سے استعفیٰ دینا پڑا ہے۔"

یہ ہے تاریخی پس منظر سمجھوتہ کی ان کوششوں کا۔ مگر سوال یہ ہے کہ حیدرآباد میں بیٹھ کر خالص ہند کی عملی سیاسیات میں الجھنا کونسی سیاست ہے۔

گلبرگہ میں مہاویر کی مقدس پیدائش کا دن جین ایسوسی ایشن کے زیر اہتمام منایا گیا جس میں مقررین نے اہنسا کے اعلیٰ اصول بیان کئے اور بتلایا کہ کس طرح اہنسا ہی نجات کا واحد ذریعہ ہے۔ (ایک خبر)

حیدرآباد ہند میں پرجا منڈل کی مرکزی کمیٹی کو اطلاع ملی ہے کہ سارے ممالک محروسہ میں پرجا منڈل کی شاخوں نے لوکمانیہ تلک کی برسی منائی (ایک دوسری خبر)

پھر بھی پرجا منڈل ہی سب سے زیادہ شور مچاتا ہے کہ حیدرآباد میں مذہبی اور شہری آزادیاں مفقود ہیں۔

یوم خود مختاری

از

مسٹر یم نرسنگ راؤ ایڈیٹر "رعیت"

حیدرآباد کی خود مختاری ایک تاریخی واقعہ ہے۔ حیدرآباد کی خود مختاری اہل حیدرآباد کا ایک مشترکہ مقصد ہے۔ حیدرآباد کی خود مختاری اہل حیدرآباد کا ایک مشترکہ نعرہ ہے اور یوم خود مختاری اہل حیدرآباد کا ایک قومی جشن ہے۔ اور جیسا کہ مسٹر اکبر علی خاں بیرسٹر ایٹ لانے یوم خود مختاری کے موقع پر اپنی تقریر میں کہا "حیدرآباد کا ذکر کیا جائے تو وہ اس سلطنت ابد مدت کا حامی و پرستار سمجھے گا" کیونکہ ایک حیدرآبادی سلطنت کی خود مختاری کو اپنی خود مختاری تصور کرتا ہے۔ بادشاہ کی خود مختاری کے معنے پبلک کی خود مختاری کے ہیں چونکہ بادشاہ اور رعایا ان میں کوئی غیر نہیں ہیں سب ایک ہیں اور سب کے مفادات ایک ہیں۔ لہذا اہل حیدرآباد حکمت آصفیہ کی حقیقی خود مختاری اور آزادی کے لئے سرچڑھ رہیں ہماری حکمت کی ایسی حقیقی خود مختاری اور آزادی ہندوستان کی خود مختاری اور آزادی کے لئے اسی طرح اہم اور لازمی ہے جس طرح کہ حیدرآباد کی حقیقی خود مختاری اور آزادی کے لئے ایک آزاد اور خود مختار ہندوستان کی موجودگی لازمی ہے لہذا اس زمانہ میں جب کہ اہل ہند ہندوستان کی آزادی کے حصول کے لئے سخت تردد کر رہے ہیں حیدرآباد کی آزادی اور خود مختاری محض یوم یادگار اعلان خود مختاری کا سوال باقی نہ رہا۔ بلکہ وہ اہل حیدرآباد کے لئے ایک عملی مسئلہ ہے اب یہ اہل حیدرآباد کی سیاسیات ہے لہذا عوام کو متحد ہونا چاہئے اتحاد ہماری طاقت ہے۔ ہندو مسلم آشتی ہماری طاقت کی بنیادی بنیاد ہے۔ اس بنیاد کو مضبوط بنانا از بس ضروری ہے۔ اس کی ذمہ داری حکومت اور عوام دونوں پر ہے۔ اس موقع پر جب کہ عام پبلک بہت جوش میں ہے کسی سے کوئی حرکت ایسی سرزد نہ ہونی چاہئے جس سے اس بنیاد کو کوئی ضرب لگے۔ لہذا احتیاط نہایت ضروری ہے۔ ہندو مسلم پبلک کارکنوں پر عظیم ذمہ داری عائد ہے اگر ذرا بھی لغزش ہو تو سخت صدمہ پہنچے گا۔ ہندو مسلم اتحاد ہمارا نعرہ قرار پانا چاہئے۔

واقعہ مسرت امر ہے کہ نواب بہادر یار جنگ بہادر ایک متحدہ ہندوستان کے حامی ہیں۔ چنانچہ آپ نے اس امر کا اعلان فرمایا کہ "میں عظیم تر وسیع ہندوستان کو عظیم تر وسیع تر حیدرآباد چاہتا ہوں" اور "ہم دل سے طالب ہیں کہ انگریز ہندوستان سے بحیثیت حکمران کے چلے جائیں کیونکہ ایک ہندوستانی ضمیر رکھنے والا ایک انگریز کو ہندوستان پر حکمران دیکھ نہیں سکتا" نواب صاحب کہتے ہیں کہ "میں انگریزوں کو دوست بننے تیار ہوں انہیں مہمان رکھنے تیار ہوں لیکن ان کو غلام نہیں بن سکتا" یہ ایک محب وطن اور سچے ہندوستانی کا ایک سچا جذبہ ہے۔

سر تیج بہادر سپرو کا مشورہ

الہ آباد۔ ۱۷ اگست۔ سر تیج بہادر سپرو ایک بیان میں کہتے ہیں "میں نے گزشتہ پانچ دن کے واقعات کی روشنی میں بہت غور و احتیاط سے اس امر پر غور کیا کہ آیا اس نوبت پر کوئی مفید نتیجہ برآمد ہو سکے گا اگر ایسا شخص جس کا تعلق دو بڑی سیاسی جماعتوں سے نہ ہو۔ ان کے اور حکومت کے درمیان ایک ثالث کی حیثیت سے کام کرے۔ مجھے امید نہیں کہ اس قسم کے اقدام سے کوئی مفید نتائج پیدا ہوں گے۔ کوئی ثالث کامیاب نہیں ہو سکتا تاوقتیکہ اسے حکومت کی جانب سے بولنے کا اختیار حاصل نہ ہو۔

سر تیج پارلیمان پر زور دیتے ہیں کہ وہ فوراً ہندوستان کو ایک وفد متحدہ سیاسی مسائل پر لیڈروں سے گفتگو کے لئے بھیجے۔ سر تیج کہتے ہیں کہ یہی وقت ہے جبکہ وہ تعمیری تدبر تحمل اور ہمت سے کام لیں۔

ہندوستانیوں کو مخاطب کرتے ہوئے سر تیج بہادر کہتے ہیں "ہم آزادی اور وطن پرستی کے نام پر بالواسطہ یا بلاواسطہ غنڈہ پن کی اجازت نہیں دے سکتے جس کی بجا طور پر مسٹر راجگوپال اچاری نے مذمت کی ہے"

آگے چل کر سر تیج کہتے ہیں: "روزمرہ شہری زندگی میں شدت کے ساتھ خلل اندازی کی جا رہی ہے اور غنڈہ پن کئی مقامات پر کیا جا رہا ہے۔ افسوس کہ کئی جانی نقصانات ہو چکے ہیں اور ہر حکومت ہیرونی ہو کہ قومی امن قائم کرنے کے لئے کارروائی کرنے پر مجبور ہوگی لیکن موجودہ حالات میں دونوں جانب محض سخت تدابیر اختیار کرنے یا دھمکی آمیز زبان استعمال کرنے سے قانون اور نظم کا مسئلہ موثر طور پر حل نہیں ہوتا جو واقعات پیش آئے ہیں اور پیش ہو رہے ہیں ان کے مبالغہ کے بغیر یا انہیں گھٹائے بغیر میرا خیال ہے کہ وہ بہت شدید ہیں اور ممکن ہے کہ شدید تدابیر اختیار کرنے سے اس تخریب انگیزی کا سد باب ہو جائے جو اس وقت کی جا رہی ہے۔ لیکن میں نہیں خیال کرتا کہ سردست جو تلخی اور برہمی پیدا ہو گئی ہے اسے آسانی سے لوگوں کے دماغوں سے دور کیا جا سکے گا"

سر تیج تجویز کرتے ہیں کہ نظم کی بحالی اور اس کے تحفظ کے لئے قانونی اختیارات استعمال کئے جا رہے ہیں اس کے ساتھ ساتھ وقت ضائع کئے بغیر تعمیری تجاویز بھی عمل لائی جائیں۔ ارکان پارلیمان اپنے کو ذمہ داری سے عہدہ برآ نہیں سمجھتے۔ وہ بیدار ہوں اور ایک جھوٹا احساس تحفظ اپنے میں پیدا نہ کریں غیر کانگریسیوں کا موقف بڑی حد تک گھٹ گیا ہے اس لئے کہ ارباب مقتدر نے ان کے بروقت مشورہ کو سننے سے انکار کر دیا شاید اس کی وجہ یہ ہے کہ انہیں غیر ملکی سمجھا گیا یا یہ خیال کیا گیا کہ ان کے زیادہ متبعین نہیں ہیں۔

آخر میں سر تیج کہتے ہیں "ہر چیز کو جاپانیوں سے پیش آنے کا اندیشہ دشمن سے لگا ہوا ہے۔ ممکن ہو کہ

ہے اور ہندوستان کے روزمرہ واقعات پر اس کی نظر ہے۔ اور ریڈیو کے ذریعہ پروپگنڈا کر رہا ہے۔ صورت حال کو اور برانگیختہ کرنے پر مائل ہے۔ فیصلوں کا وقت آپہنچا ہے"

مسٹر چرچل اور یم اسٹالن کی ماسکو میں ملاقات

ماسکو۔ ۱۷ اگست۔ ایک سرکاری اعلان میں لکھا ہے کہ مسٹر چرچل اور یم اسٹالن کی ماسکو میں ملاقات ہوئی۔ اعلان میں یہ بھی لکھا ہے کہ جنرل ویول سپہ سالار ہند بھی موجود تھے۔

برطانیہ کی نمائندگی جنرل سر ایلین بروک چیف آف امپیریل جنرل اسٹاف اور سر الگزینڈر کڈوگن مستقل نائب وزیر خارجہ نے کی۔

سوویٹ فریق کی جانب سے یم مولوٹوف وزیر خارجہ اور مارشل وروشیلوف نے یم اسٹالن کو مدد دی۔

مسٹر ایوریل ہیریمن پریسیڈنٹ روزولٹ کے ماہر تبصرہ و قرضہ نے بھی جلسہ میں حصہ لیا۔ (رائٹر)

لندن ۱۷ اگست۔ چرچل و اسٹالن کی ملاقات کی نسبت لندن کے ایک بیان میں لکھا ہے کہ "متعدد فیصلے کئے گئے جو ہٹلری جرمنی اور اس کے شرکائے یورپ کے خلاف جنگ کے دائرہ کو حاوی ہیں۔ دونوں حکومتیں اپنی پوری طاقت و توانائی کے ساتھ حریت کی اس منصفانہ جنگ کو جاری رکھنے کا مصمم ارادہ رکھتی ہیں تاآنکہ ہٹلریت اور اسی قسم کا ہر ظلم و ستم کا ملاً تباہ ہو جائے۔ مباحث سے سوویٹ یونین سلطنت متحدہ اور ممالک متحدہ کی گہری دوستی و مفاہمت کی توثیق مزید کا موقع حاصل ہوا"

اشتہار

در محکمہ عدالت ضلع ورنگل اسپیشل تعلقہ باجلاس سید احمد عثمان یم اے ایل ایل بی ایل ایل بی لندن ایل ایل یم لندن بار ایٹ لا ناظم ضلع

نمبر مقدمہ (۲۰) ۱۳۵۱ ف رجسٹر نمبر (۳) مورخہ ۱۵ مہر ۱۳۵۱ ف

کیا نسن رام ڈگریدار

بنام

دعوے

سمدرالہ کشتا چاری مدیون اجرائی ڈگری

بنام سمدرالہ کشٹمو چاری ولد نرسمہ چاری قوم ایادار عمرہ ۵۵ سال پیشہ گماشتہ پٹواری ساکن کنور تعلقہ ورنگل

ہرگاہ مقدمہ مندرجہ تمہارے نام سمن جاری کئے گئے مگر بوجہ عدم حضوری تمہارے بلا تعمیل واپس ہوئے ہیں۔ لہذا ذریعہ اشتہار ہذا تم کو اطلاع دی جاتی ہے کہ بتاریخ ۱۳ آبان ۱۳۵۱ ف اصالتاً یا وکالتاً حاضر عدالت ہو کر جوابدہی کرو کہ کیوں تمہارے مقابلہ میں احکام گرفتاری جاری نہ کئے جائیں۔

ف۔ آج بتاریخ مہر ۱۳۵۱ ف میری دستخط اور مہر عدالت سے جاری کیا گیا۔ فقط

دستخط مسل خواں / دستخط سررشتہ دار عدالت ضلع ورنگل

محصل دار

کچھ سرکاری کمیونکوں کے متعلق

از

عابدین داور

استنبول کے جمہوریت نامی اخبار میں مندرجہ بالا عنوان سے ایک مضمون چھپا ہے جس کا ترجمہ درج ذیل ہے۔

خارکوف کے علاقہ میں جو زبردست جنگ ہوئی اس میں روسی فوجوں کے نقصانات کے متعلق جرمنوں نے حسب ذیل تفصیل شائع کی ہے۔

(۱۳) روسی فوجیں جن میں پیدلوں کی تقریباً ۲۰ سواروں کی (۱۰) ڈویژنیں اور بکتر پوش (۱۴) بریگیڈیں تھیں بالکل برباد کر دی گئیں۔ ..... ۲۴۰۰۰۰ روسی قید کئے گئے اور ۱۲۴۹ ٹینک۔ ۲۰۱۶ توپیں اور ۵۵۸ ہوائی جہاز یا تو برباد کر دئے گئے یا جرمنوں کے ہاتھوں گرفتار ہوئے۔

اس لڑائی کے متعلق روسیوں نے جرمن نقصانات یوں گنائے ہیں۔ ..... جرمن یا تو مارے گئے یا گرفتار ہوئے۔ ۴۰۰ ٹینک ۱۱۵ توپیں اور ۲۰۰ ہوائی جہاز تباہ ہوئے۔ اپنے نقصانات کے متعلق روسی کہتے ہیں کہ ۵۰۰۰ مارے گئے۔ ..... لاپتہ رہے اور ۳۰۰ ٹینک ۲۳۲ توپیں اور ۱۲۴ ہوائی جہاز ضائع ہوئے۔

کہئے ان متضاد سرکاری کمیونکوں میں سے کس کا یقین کیا جائے۔ اس میں شک نہیں کہ متحارب قومیں اپنے اپنے نقصانات کے متعلق جو بیان شائع کرتی ہیں ان کی تعداد میں بہت تضاد ہوتا ہے اور یہ تضاد ہمارے لئے کوئی نئی بات نہیں ہے۔ ہاں اس کا تجسس ضرور ہے کہ صحت سے زیادہ قریب بیان کس کا ہوتا ہے۔

گو روسیوں نے اپنے نقصانوں کی فہرست میں مقتولین اور لاپتہ ہونے والوں کی تعداد الگ الگ دی ہے مگر جرمن مقتولین اور گرفتار ہونے والوں کی تعداد الگ الگ نہیں بلکہ ایک ہی بتا دی ہے۔ جب بڑی بڑی فوجیں لڑتی ہیں تو کئی کئی دن تک جنگ ہوا کرتی ہے اور دشمن کے مقتولین اور مجروحین کی تعداد کا اندازہ لگانا محال ہوتا ہے کیونکہ دشمن اپنے مقتولین کو دفن کر دیتا اور مجروحین کو جنگی ہسپتالوں میں پہنچا دیتا ہے۔ اس طرح ان کا مخالف ان کی تعداد کے متعلق لاعلم رہتا ہے۔ سچائی کا تقاضا یہ تھا کہ روسی اپنے سرکاری کمیونک میں جرمن قیدیوں کی تعداد الگ ظاہر کرتے۔

جرمن دعویٰ کرتے ہیں کہ ..... ۲۴۰ روسی گرفتار کئے گئے اور روسی مدعی ہیں کہ ان کے صرف ..... ۷۰ آدمی گرفتار ہوئے ہیں۔ اگر ہم یہ فرض کر لیں کہ جرمنوں نے روسی نقصانات کی تعداد بڑھا کر اور روسیوں نے گھٹا کر بیان کی ہے تو روسی نقصانات کے متعلق ایک درمیانی تعداد ہو سکتی ہے۔ اسی طرح دیگر نقصانات کا بھی اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

اس سلسلہ میں ہم یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتے کہ انگریزی سرکاری کمیونک صحت سے سب سے زیادہ قریب ہوتے ہیں۔ مثال کے طور پر یہی دیکھ لیجئے کہ کولون پر انگریزوں نے جو بمباری حال ہی میں کی ہے اس کے متعلق انہوں نے یہ اعلان کیا ہے ان کے ۴۴ ہوائی جہاز مار کر گرائے گئے۔ لطف یہ ہے کہ جرمنوں نے صرف ۳۰ ہوائی جہازوں کے گرانے کا دعویٰ کیا ہے۔ ہم نے سرکاری کمیونکوں میں اتنی صاف بیانی اس سے پہلے کسی حکومت کے بیانوں میں نہیں دیکھی تھی۔ گزشتہ ۲۲ جون سے آج تک روسیوں یا جرمنوں نے ایک مرتبہ بھی ایسا نہیں کیا کہ کسی ایک دن کی لڑائی میں بھی اپنے نقصانات دشمن کے نقصان سے زیادہ بیان کئے ہوں۔

کہا جاتا ہے کہ اس جنگ کے شروع میں فرانسیسیوں نے بھی چاہا تھا کہ اپنے کمیونکوں میں سچی باتیں شائع کریں مگر مسٹر چیمبرلین سے ایم۔ دالادیر نے کہا ہماری [illegible] اور نقصانوں کو بے نقاب شائع نہ کرو فرانسیسی لوگ اہل برطانیہ کی طرح ضابطہ اور معتدل مزاج نہیں ہوتے۔ ان کی ہمت جلد چھوٹ جاتی ہے اور حوصلہ پست ہو جاتا ہے۔ ہم نہیں کہہ سکتے کہ یہ خبر کہاں تک صحیح ہے مگر گزشتہ تین سال کا تجربہ کہتا ہے کہ برطانوی سرکاری بیانات صحت سے بہت قریب ہوتے ہیں۔ گزشتہ جون سے برطانیہ نے اپنے ماہانہ جہازی نقصانات شائع نہ کرنے کا فیصلہ کیا ہے کیونکہ وہ انہیں چھپانے کی عادت ترک نہیں کر سکتے تھے اور اس طرح دشمن کو فوجی راز معلوم ہو جایا کرتا تھا۔ بہرحال برطانوی بحریہ ہر جہاز کے ڈوبنے کا اعلان کر دیتا ہے۔ اور جرمنوں کا یہ حال ہے کہ وہ اتحادیوں کے جہازی نقصانات تو ہر ہفتہ ظاہر کرتے جاتے ہیں مگر اپنی آبدوزوں کے ڈوبنے کی کوئی خبر نہیں شائع کرتے۔

برطانیہ کے سرکاری کمیونکوں میں اتنی صاف بیانی جو کہ جنگ کے زمانہ میں توقع کی جا سکتی ہے یہ اثر ہوا کہ ان پر عام طور سے اعتماد کیا جانے لگا اور اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ امر برطانیہ کے حق میں مفید ہے۔

مسلم لیگ کی قرارداد

مساوات کی اساس پر گفت و شنید

بمبئی ۲۰ اگست۔ مسلم لیگ کی مجلس عاملہ کی قرارداد جاری کر دی گئی ہے۔ لکھا ہے "لیگ ہندوستان میں عارضی حکومت کے قیام کے لئے کسی تجویز پر غور کرنے اور مساوات کی اساس پر کسی جماعت سے گفت و شنید کرنے پر تیار اور آمادہ ہی ہے تاکہ ملک کے ذرائع اس کی مدافعت اور کامیاب اختتام جنگ کی غرض سے جمع کئے جائیں بشرطیکہ مسلم ہند کے مطالبات غیر مبہم طور پر منظور کر لئے جائیں۔"

مجلس عاملہ نے مسلمانوں سے مطالبہ کیا ہے کہ کانگریسی جماعت کی آغاز کردہ تحریک میں کوئی حصہ لینے سے اجتناب کریں اور اپنی معتدل و پُرامن زندگی بسر کرتے رہیں۔ اس میں توقع ظاہر کی گئی ہے کہ کوئی شخص کسی جانب سے تخریب یا جبر کے ذریعہ مسلمانوں کی معتدل زندگی میں دخل اندازی نہیں کی جائے گی۔ ورنہ وہ مسلمان حق بجانب مقاومت کرنے اور ایسی تدابیر اختیار کرنے پر مجبور ہوں گے جو ان کی زندگی، ناموس اور مال کی حفاظت کے لئے ضروری ہوں۔

قرارداد میں کل ہند کانگریس کمیٹی کے فیصلہ پر اظہار افسوس کیا گیا ہے کہ "ہندوستان کا کانگریسی ہندو راج کے قیام کے مقصد کی حمایت میں "اجتماعی سول نافرمانی کی مہم شروع کی جائے" جو بے آئینی اور جان و مال کی قابل لحاظ تباہی پر منتج ہوئی ہے۔" قرارداد میں آگے چل کر کہا ہے کہ تحریک کا مقصد صرف برطانوی حکومت پر جبر کرنا ہے کہ اقتدار ہندو جتھہ سرمایہ حکومت کے حوالے کرے اور اس طرح اس کو مسلمانوں اور ہندوستان کے باشندوں کے دوسرے شعبوں سے کئے ہوئے اخلاقی واجبات اور مواعید کی تکمیل کے ناقابل بنا دے بلکہ مسلمانوں کو کانگریسی مطالبات کے سامنے جھکنے پر بھی مجبور کرتا ہے۔

قرارداد میں کانگریس پر الزام دیا گیا ہے کہ وہ آزادی کے حصول کی ناگزیر شرط کے طور پر ہندو مسلم اتحاد کے حصول کے اپنے ابتدائی موقف سے ہٹ گئی اور اب عجیب و غریب نظریہ اس کی جگہ پیش کیا کہ ہندو مسلم مسئلہ کا حل ہندوستان سے برطانوی اقتدار کی واپسی کے بعد ہی ہو سکتا ہے۔

اس میں شکایت کی گئی ہے کہ اگرچہ مسٹر اسٹیفورڈ کرپس کی تجاویز میں [illegible] برطانوی دولت عامہ اقوام سے علیحدگی کے حق اور بعد جنگ کے دستور کی تشکیل کے لئے غالب ہندو اکثریت کے ساتھ مجلس دستور سازی کے تیار کئے کانگریسی مطالبات منظور کئے گئے تھے لیکن ان میں بعض اتنا تسلیم کیا گیا تھا کہ پاکستان کے قیام کا امکان [illegible] کی اسکیم میں مضمر ہے۔ مجلس عاملہ برطانوی حکومت کو دعوت دیتی ہے کہ بغیر مزید تاخیر کے ایک غیر مبہم اعلان کے ساتھ آگے آئے جس میں مسلمانوں کے حق خود ارادیت کی ضمانت دی جائے اور اس کا عہد کرے کہ وہ مسلمانوں کے استصواب عامہ کے فیصلہ کی پابند ہو گی۔ اور پاکستان تسلیم کر کے عمل لائے۔

[illegible]

جائے اور اس کی ضمانت دی جائے۔ "اگر مسلمانان ہند کے اس مطالبہ کی طرف مبذول کرائی گئی ہے کہ ان علاقوں میں مقیم [illegible] تمام کی جائیں جو ان کے وطن ہیں اور جہاں وہ اکثریت میں ہیں۔ "مجلس کی رائے ہے کہ اگر مسلم عوام کو تمام قربانیوں کے ساتھ مساعی جنگ کو تیز کرنے کا جوش دلایا جائے تو یہ بات ممکن ہو گی بشرطیکہ انہیں یقین دلا دیا جائے کہ وہ ولولہ انگیز مطمح نظر پاکستان کے حصول پر منتج ہو گی۔

مجلس عاملہ کو پورا یقین ہے کہ پاکستان ہندوستان کے دستوری مسائل کا واحد حل ہے اور اس وسیع و زرخیز برعظم میں بسنے والی عظیم اقوام مسلمان اور ہندو کے انصاف و شرافت کے عین مطابق ہے لیکن اگر کانگریسی مطالبہ قبول کر لیا گیا تو وہ دس کروڑ مسلمانوں کو ہندو راج کے ماتحت لا چھوڑے گا [illegible]

بقیہ سلسلہ صفحہ ۱۰

مسلم لیگ کے آگے کانگریس کا پیش کش

گاندھی جی کا مکتوب

بمبئی ۔ ۱۵ اگست ۔ مہاتما گاندھی نے بمبئی کے ایک سلمان شہری کے نام ایک خط بھیجا جو آج ٹائمز آف انڈیا میں اس کے نامہ نگار "کینیڈ ڈیس" نے شائع کیا "مسلم لیگ کے روبرو کانگریس نے اس پیش کش کا اعادہ کیا ہے کہ اگر مسلم لیگ فوری آزادی سے متعلق کانگریسی مطالبہ سے حقیقت ترین تحفظ کے بغیر کامل تعاون کرے تو کانگریس کو اس امر پر کوئی اعتراض نہیں ہوگا کہ برطانوی حکومت ان تمام اختیارات کو جو وہ آج استعمال کرتی ہے سارے ہندوستان کی جانب سے مسلم لیگ کو منتقل کر دے ۔

عبوری انتظام سے متعلق، مکتوب نگار نے یادداشت کی نقل دی ہے جو مہادیو دیسائی آنجہانی نے لکھائی تھیں یہ اس مراسلت کے اقتباسات ہیں جو بمبئی کے ایک مسلمان شہری اور مہاتما گاندھی میں ان کی گرفتاری سے چند گھنٹے کے اندر ہوئی تھی ۔ مہاتما گاندھی کا مسودہ حسب ذیل ہے:

"آج میں نے مسٹر مہادیو دیسائی سے مولانا ابوالکلام آزاد کے بیان کی نسبت جو مسلم لیگ کو اختیارات حوالہ کرنے سے متعلق تھا، دوستانہ گفتگو کی ۔ چونکہ مجھے بیان کے حصرات کی نسبت شبہات تھے میں نے مسٹر مہادیو دیسائی سے خواہش کی کہ وہ مجھ پر اس کی وضاحت کریں ۔ چونکہ مفاد کا اقتضاء ہے کہ اس کی وضیح وتشریح ہو ۔ مسٹر مہادیو دیسائی نے اپنی گفتگو کے نتیجہ کے طور پر میں نے مسٹر جناح سے ملاقات کرنے اور اس توضیح کو ان تک پہونچانے کی ذمہ داری لی جو مسٹر مہادیو دیسائی نے میرے روبرو کی تھی ۔

"مسٹر جناح نے مجھ سے کہا کہ وہ میرے پیش کش یا تجویز پر احتیاط سے غور کریں گے ۔ انھوں نے پیش کش کی بابت سخت الزامات لگائے لیکن اگر انہیں اس کا یقین ہو جائے کہ پیش کش ٹھیک نیتی سے کیا گیا ہے تو وہ ان الزامات کو واپس لے لیں گے اور افسوس کا اظہار کریں گے میں سمجھتا ہوں کہ یہ ان کی نہایت دانش مندانہ روش ہے"

مہاتما گاندھی نے جواب میں لکھا "آپ کے خط کے متعلق جس میں آپ نے قائد اعظم سے آج اپنی گفتگو کا مفاد درج کیا ہے میں جس قدر صاف واضح زبان میں ممکن ہو سکے یہ کہنا چاہتا ہوں کہ مسلم لیگ کے روبرو پیش کش میں میرا مدعا اس لفظ کے ہر معنی و مفہوم میں ایک سنجیدہ پیش کش تھا ۔ آپ کی طمانیت کے لئے مجھے ہر ایک بات کی توضیح کرنے دیجئے ۔ اگر مسلم لیگ فوری آزادی سے متعلق کانگریسی مطالبہ سے حقیقت ترین تحفظ کے بغیر کامل تعاون کرے ، اور یقیناً اس شرط کے تابع کہ آزاد ہندوستان محوری اقدام کے سد باب اور اس طرح چین اور روس دونوں کی امداد کے لئے اتحادی افواج کی کارروائیوں کو اجازت دیگا ، تو کانگریس کو اس امر پر کوئی اعتراض نہیں ہوگا کہ برطانوی حکومت ان تمام اختیارات کو جو وہ آج استعمال کرتی ہے سارے ہندوستان کی جانب سے جس میں تمام ہندوستانی ہند بھی شامل ہے مسلم لیگ کے حوالہ کرے اور کانگریس نہ صرف یہ کہ اس حکومت میں کوئی مزاحمت نہیں کرے گی جو مسلم لیگ عوام کی جانب سے قائم کرے بلکہ ایک آزاد مملکت کی مشنری چلانے کے لئے حکومت میں شریک بھی ہوگی ۔ یہ بات پوری سنجیدگی اور خلوص سے کہی جا رہی ہے ۔ قدرتاً میں آپ کی یادداشت کے ناجائز جواب میں پیش کش کے سارے مضمرات اور اس کے دور رس نتائج دھواقب بیان نہیں کر سکتا ۔ آپ کو اس کی آزادی حاصل ہے کہ یہ خط قائد اعظم یا کسی اور شخص کو دکھائیں جس کو ہندوستان کی فوری آزادی کے سوال اور آزاد ہندوستان سے دلچسپی ہو"

"کینیڈ ڈیس" یہ بھی بیان کرتا ہے کہ اس شخص اواخر ہفتہ کی مجلس عاملہ کانگریس میں مہاتما گاندھی اس مسئلہ اور متعلقہ مسائل پر مسٹر جناح کو ایک رسمی خط روانہ کرنے پر غور کر رہے تھے ۔

چرچل اسٹالن ملاقات پر

برطانوی اخبارات کے تبصرے

لندن ۔ ۱۸ اگست ۔ آج صبح لندن کے ہر ایک اخبار میں مسٹر چرچل کے سفر ماسکو کے متعلق بڑی بڑی سرخیاں درج ہیں اور تقریباً تمام اخبارات نے اپنے اداریوں میں اس پر رائے زنی کی ہے ۔

"ٹائمس" کہتا ہے کہ اس ملاقات سے یہ امر متیقن ہو جانا چاہئے کہ وہ جالے اور کانٹے جنھوں نے نوبی خوشنت کے ذہنوں میں رکاوٹیں ڈال رکھی تھیں دھاگا کی طرح آزاد ہو گئے اور یہ کہ اب ان نہایت نازک اور ضرورت کے اوقات میں ان خطرات کا جواب تک اس جنگ میں سامنے آئے تھے ایک دوسرے پر پورے اعتماد کے ساتھ دونوں ملک مل کر مقابلہ کریں گے ۔

"ٹائمس" برطانوی اور امریکی جنگی مساعی میں مسٹر چرچل اور روز ولٹ کی گفت و شنید سے یکجائی اتحاد پیدا ہو جانے کا حوالہ برطانیہ اور روس کے درمیان نہایت دلی اور با ضابطہ اتحاد عمل سے جو ماسکو کی ملاقاتوں سے پیدا ہوگا کر سکے ۔

"نیوز کرانیکل" کہتا ہے کہ مسٹر چرچل کی ملاقات اتحادیوں کی ہر ممکن اکمل سعی کے لئے اور اس کو بڑھانے کے لئے زیادہ ملا اتحادیوں کی امداد اور نہایت جلدی سے روبعمل لانے کے لئے

ایک مشترکہ نیت تجویز ہے اور اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ مارشل ویشیو مراجین بروک اور جنرل ویول کی موجودگی اس بات کا یقین دلاتی ہے کہ متفقہ جارحانہ کارروائی کے امکانات پوری طرح سے معلوم کرنے گئے ہیں ۔ "ڈیلی ہیرالڈ" کہتا ہے ۔ یہ ملاقات اس عظیم قدم کا جو جنگی اہمیت کے ساتھ مکمل اتحاد کی طرف اٹھا جو جلدی فتح کے لئے ایک لازمی چیز ہے پتہ دیتی ہے ۔

"ڈیلی میل" کہتا ہے ایسے مباحث جو اس کی تیاری کی جنگ کے لوازم اور جنگی اصول دوسرے محاذ کے قیام کے متعلق ہیں یہ مخدود مسائل اب ذہنی مناسب اور اصلی جگہ پر آ گئے ہیں ۔ انسانی ایک ہوشیار اور سیاست داں اہمیت شناس ہے کہ کیا ممکن ہے اور کیا ممکن نہیں ہے ۔ جو کچھ بھی کہ وہ اب شروع کی جا سکتی ہے اب وہ اس کے ذاتی اتحاد سے مستفید ہوں گے ۔

"ڈیلی اکسپرس" کہتا ہے مسٹر چرچل ماسکو اسلئے گئے ہیں کہ آج کی بڑی جنگی ضرورت روس کی فوجوں کو میدان جنگ میں اس وقت تک قائم رکھنا ہے جب تک کہ جرمنوں کی قوت خارجہ خرچ نہ ہو جائے ہم کو نہیں معلوم کہ کیا کیا فیصلے کئے گئے ۔ مگر ہر جگہ محسوس کیا جاتا ہے کہ برطانیہ اور امریکہ روس کو نہ صرف وہ تمام امداد دیں جس سے وہ دشمن کو روکے بلکہ اس کو اس دن کے لئے تیار کریں جس وقت ہم سب مل کر اس پر جوابی حملہ کر دیں گے ۔

"ڈیلی ٹیلیگراف" تبصرہ کرتا ہے "تین بڑی قوموں نے اپنا داہنا ہاتھ اوپر اٹھایا ہے اور آزادی کی قسم کھائی ہے ان کے سربر آوردگان جن کے مجتمع ہونے کے ارادہ پر کسی کو شک و شبہ نہیں اقدام کے لئے متفق ہو گئے ہیں ۔ ہم سب کے سامنے اب یہ کام ہے کہ ان تمام وسائل کو اپنے قابو میں یقینی طور سے لانے کا انتظام کریں جن کی ضرورت ہونے والی ہے ۔

بقیہ سلسلہ صفحہ (۸)

یا مسلم ہندو ان سب چیزوں کے جن کے لئے اسلام کو خطرہ ہوا ہے گھل گھوٹنے اور برباد ہو جانے پر منتج ہوگا ۔ جیسا کہ بار بار واضح کیا گیا ہے "مسلم لیگ نہ صرف پاکستان اور مسلمانوں کی آزادی کے لئے کھڑی ہوئی ہے بلکہ ہندوستان اور ہندوؤں کی آزادی وخود مختاری کے لئے بھی ۔

اگر آپ اتحاد پیدا کرنے کے قابل نہیں

تو آپ آزادی حاصل نہیں کرسکتے

[illegible]

آزادی حاصل ہوگی اور ہر طبقہ کی تہذیب کا تحفظ کیا جائے گا۔ سوال یہ ہے کہ کانگریس کا یہ پروگرام مسلمانوں کے لئے کیوں دلکش نہیں؟ دوسرے الفاظ میں آزادی کی مشترکہ کشمکش کے لئے جب اتنے سال تک ہندو اور مسلمانوں کا اتحاد ضروری تھا تو اب ضروری کیوں نہیں؟ ۱۹۳۵ء سے ۱۹۴۰ء تک جو عام سیاسی بیداری پیدا ہوئی اُس سے مسلمان متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے مگر اس کی کیا وجہ ہے کہ مسلم عوام کی بیداری انہیں کانگریسی حکومت کے زمانہ میں مسلم لیگ کی طرف لے گئی جو اس وقت مسلمانوں کا ایک زبردست ادارہ ہے؟ اس دور میں ہندوؤں اور مسلمانوں میں کشیدگی کیوں بڑھ گئی؟ اور اس کی کیا وجہ تھی کہ ہندوؤں اور مسلمانوں میں جو خلیج پیدا ہوئی وہ پاکستان کی اُس قرارداد تک لے گئی جس کو مسلم لیگ نے مارچ ۱۹۴۰ء میں منظور کیا تھا۔ اس دور میں خود کانگریس کے اندر ہندو مہاسبھا کا اثر بڑھ گیا تھا۔ جب تک ہم یہ نہ جانچیں کہ گزشتہ پانچ سال میں فرقہ واری مسئلہ میں کیوں شدت پیدا ہوئی ہم یہ نہ سمجھ سکیں گے کہ اس مسئلہ کے حل میں کیوں ناکامی ہوئی۔

مسئلہ کے دو پہلو

۱۹۳۵ء کے بعد سے فرقہ واری کشیدگی میں کیوں اضافہ ہوگیا۔ ہندو مسلم کشیدگی کے علاوہ صوبہ واری رقابتیں بھی شروع ہوگئی تھیں جیسے بنگال و بہار کا مناقشہ اور آندھرا و کرناٹک کے علحدہ صوبوں کی تشکیل کا مطالبہ وغیرہ۔ اس کی توجیہ یہ کی جاتی ہے کہ مختلف فرقوں اور صوبوں کے متوسط طبقہ کے افراد میں عہدے اور اقتدار کے لئے مسابقت شروع ہوگئی تھی جو دستور جدید کے نفاذ کا لازمی نتیجہ تھا۔ مختلف فرقوں اور صوبوں کے متوسط طبقہ میں جو خلیج پیدا ہوئی وہ مسئلہ کا صرف ایک رخ ہے۔ اکثر یہ کہا جاتا ہے کہ عوام الناس فرقہ واریت یا صوبہ واریت سے پاک ہیں۔ یہ صرف اُس حد تک صحیح ہے جس حد تک کہ محنت کرنے والے عوام کا مفاد ایک ہے۔ لیکن عملاً جب خلاف ملوکیت شعور عوام الناس میں بیدار ہو جاتا ہے تو وہ طبقہ واری، فرقہ واری، اور صوبہ واری حب الوطنی میں جھلکنے لگتا ہے۔

فرقہ واری کشیدگی اور صوبہ واری رقابتیں جو کانگریسی حکومت کے دور میں پیدا ہوئیں وہ دراصل ان عوام الناس کی بیداری کا مظاہرہ تھا جو مختلف قوموں سے تعلق رکھتے تھے اور ان میں خلاف ملوکیت رجحان پیدا ہوگیا تھا۔ یہاں یہ سوال اٹھایا جا سکتا ہے کہ ہندو مسلم مسئلہ کو صوبہ واری رقابتوں یا انفرادی قوموں کی بیداری سے کیا تعلق ہے؟ یہ کہنا درست نہیں کہ ہندو مسلم مسئلہ متوسط طبقوں کی معاشی مسابقت سے پیدا ہوا یا یہ کہ مسلم عوام کی بڑی تعداد مسلم لیگ میں اس لئے شریک ہے کہ مسلمان رجعت پسند ہیں یا سیاسی اعتبار سے پست ہیں۔ ایسا تجزیہ واقعات سے مطابقت نہیں رکھتا۔ اس کے سمجھنے کے لئے یہ جاننا چاہئے کہ ۱۹۳۶ء سے ۱۹۴۲ء تک خلاف ملوکیت جو شعور عام طور پر پیدا ہوا اس سے مسلمان متاثر نہیں ہوئے اور مسلم لیگ کے حامیان ملوکیت اور رجعت پسند لیڈروں کا ان پر اثر بڑھ گیا۔ حقیقت یہ ہے کہ مسلمانوں میں خلاف ملوکیت جو شعور پیدا ہوا اُس نے مسلم لیگ کی قیادت پر اثر ڈالا چنانچہ ۱۹۳۷ء میں مسلم لیگ نے ہندوستان کی مکمل آزادی کو اپنا نصب العین قرار دیا۔ اس دور میں مسلم لیگ میں ایک بڑا تغیر ہوا۔ اب وہ رجعت پسند نہیں بلکہ سامراج کی مخالف ہے۔

مساوات کا مطالبہ

واقعہ یہ ہے کہ مسلم لیگ مسلمانوں کے نزدیک وہی حیثیت رکھتی ہے جو کانگریس کو عام ہندوستانیوں میں حاصل ہے۔ موجودہ جنگ میں اس کی وضاحت بھی ہوگئی۔ کانگریسی لیڈروں نے سامراجی جنگ میں ایک مجہول روش اختیار کی اور کامل آزادی کا مطالبہ کیا، یعنی آزادی جس سے ملک کی حکومت میں ہندوستانی باشندوں کو فوراً موثر اقتدار حاصل ہو جائے۔ مسلم لیگ کے لیڈروں نے بھی سامراجی جنگ میں مجہول روش اختیار کی اور پاکستان کا مطالبہ کیا جس کا مطلب یہ ہے کہ ایسی علاقہ واری وحدتوں کو کامل آزادی دی جائے جہاں مسلمان اکثریت میں ہیں۔ مسلم لیگ نے کانگریس سے کسی سمجھوتہ کے لئے سیاسی مساوات کا مطالبہ کیا۔ مسلم عوام یہ سمجھتے ہیں کہ مسلم لیگ کے لیڈر نہ صرف سامراجی حکومت سے ہندوستان کی مکمل آزادی کے لئے لڑ رہے ہیں بلکہ ایسی علاقہ واری وحدتوں کی آزادی اور مساوات کے لئے بھی جہاں مسلمان اکثریت میں ہیں اور ان صوبوں کے مسلمانوں کے حقوق کی حفاظت چاہتے ہیں جہاں یہ اقلیت میں ہیں۔ پس مسلم لیگ کے اثر و نفوذ میں جو ترقی ہوئی اس کو رجعت پسندی سے تعبیر نہیں کیا جا سکتا۔ اس کے برعکس یہ ایک علامت ہے اس خلاف ملوکیت شعور کی جو مسلمانوں میں پیدا ہوا ہے یا یہ انفرادی قومی شعور کا نشوونما ہے جو کل ہندی قومیت کے چوکھٹے کے اندر سندھی اور پنجابی مسلمانوں اور پٹھانوں میں ہو رہا ہے۔

مسئلہ کا حل

ہندو مسلم اتحاد کے مسئلہ کا صحیح حل معلوم کرنے کے لئے جو موجودہ صورت حال میں بے حد ضروری ہے دو چیزوں کو ذہن نشین کر لینا چاہئے ـــــ مسلم لیگ کی حیثیت اور مسلم عوام پر اس کے اثر کی وجہ۔ اس مسئلہ کو محض مذہبی یا تہذیبی اختلافات سے تعبیر کرنا یا کانگریس اور مسلم لیگ کی کشیدگی کو مسلم قائدین کی غیر معقول اور مزاحمت انگیز روش کا نتیجہ سمجھنا مسئلہ کی اصل حقیقت سے چشم پوشی کرنا ہے۔ ایسا غلط نظر اس نتیجہ کی طرف رہنمائی کرتا ہے کہ جب تک سامراجی قوت ہٹ نہ جائے اتحاد پیدا نہیں کیا جا سکتا اور کچھ بھی نہیں ہو سکتا۔ لیکن جب ہم یہ محسوس کریں گے کہ کانگریس کی طرح مسلم لیگ بھی خلاف ملوکیت ہے اور جب ہم اس بات کو بھی ذہن نشین کر لیں گے کہ پاکستان کے مطالبہ کی تہ میں مسلم قوموں جیسے سندھی، پنجابی، بنگالی اور پٹھانوں کی یہ خواہش کار فرما ہے کہ وسیع تر ہندوستان کی قومی آزادی میں اپنی ایک آزاد قومی زندگی کو نمو دیں تو جب فرقہ واری مسئلہ کے اس پہلو کا حل پیدا ہو سکے گا معلوم ہو سکتا ہے۔ اس نعرہ کو ترک کرنے کی کوئی وجہ نہیں کہ حصول آزادی کے لئے پہلے اتحاد ضروری ہے۔

تہذیبی ضمانتیں کافی نہیں

اس وقت کانگریس پر جس نے قومی آزادی حاصل کرنے کے لئے ایک بڑی حد تک قومی اتحاد پیدا کیا ہے یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ فرقہ واری مسئلہ نے جو نئی صورت اختیار کی ہے اس سے عہدہ برآ ہونے کے لئے ایک قدم آگے کی طرف بڑھائے۔ کانگریس نے جمہوری حقوق اور آزادیوں کا ایک پروگرام قوم کے آگے پیش کیا ہے اور اس پروگرام کی بنا پر ایک بڑی حد تک قومی اتحاد بھی پیدا کیا ہے۔ مگر یہ پروگرام فرقہ واری مسئلہ کو اس کی نئی صورت میں حل کرنے اور ہندو مسلم اتحاد پیدا کرنے کے لئے کافی نہیں۔ یقیناً اس پروگرام میں یہ بتایا گیا ہے کہ آزاد ہندوستان میں ہر شخص کو عبادت کی آزادی حاصل رہے گی اور اقلیتوں کے مذہبی اور تہذیبی حقوق کی حفاظت کے لئے ضمانتیں دی جائیں گی لیکن یہ ضمانات اگرچہ اہم ہیں اتحاد پیدا کرنے کے لئے اب کافی نہیں ہیں۔

ہندوستان کی آزادی کے تصور میں مختلف قوموں کی آزادی کا تصور مضمر ہے جو ہندوستان کی سرزمین پر کئی صدیوں سے آباد ہیں اور جن میں اب ایک نیا شعور پیدا ہوا ہے۔ عوام کی تحریکات کے اثر سے مختلف فرقے اور قومیں آزادی کے لئے ایک متحدہ قومی محاذ کی طرف مائل ہو رہی ہیں لیکن سامراجی قوتیں ان میں علحدگی پسندی کے رجحان کو ابھار رہی ہیں۔ کانگریسی قائدین مختلف قوموں کے وجود سے انکار کر کے سامراجی قوتوں کے ہاتھ میں کھیل رہے ہیں لیکن کانگریس کو یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ ان مختلف قوموں کو ایک آزاد ہندوستانی یونین کے چوکھٹے کے اندر ایک خود مختار مملکت تشکیل دینے اور اگر وہ چاہیں تو ہندوستانی یونین سے علحدہ ہونے کا حق ہے۔ کانگریس اس حقیقت کو صاف طور پر نہیں دیکھ رہی ہے کہ مستقبل کے آزاد ہندوستان میں متعدد قومیں ہوں گی جن کی علاقہ واری وحدت، ایک زبان، ایک تہذیب اور ایک مشترکہ معاشی زندگی پر مشتمل ہوگی۔ کرپس کی تجاویز کو مسترد کرتے ہوئے مجلس عاملہ کی قرارداد میں اس تصور کو زیادہ وضاحت سے پیش کیا گیا تھا۔ ایسی علاقہ واری قومی وحدتوں کے حق خود ارادیت کو کانگریس نے تقریباً تسلیم کر لیا تھا لیکن الہ آباد میں آل انڈیا کانگریس کمیٹی اس موقف سے ہٹ گئی۔ وہ جگت نارائن لال کی قرارداد کو منظور کر کے کانگریس نے علاقہ واری قومی وحدتوں کے حق خود ارادیت اور ان کے حق علحدگی کو مسترد کر دیا۔ اس کا نتیجہ یہ مرتب ہوا کہ اتحاد و سالمیت ہندوستان کے نام سے علحدگی پسندوں کی حوصلہ افزائی کی گئی اور اس سے صرف سامراجی قوتوں ہی کو فائدہ پہنچ سکتا ہے۔

چونکہ کانگریس کوئی ایسا پروگرام پیش کرنے میں ہندوستان کی ہر قوم کے حق خود ارادیت، مساوات اور آزادی کی ضمانت دی گئی ہو تب بھی وسیع تر اتحاد پیدا کرنے کی ذمہ داری سے قاصر رہی۔ اس نے مسلم لیگ کو

پاکستان کے نعرے میں شدت پیدا کرنے کا موقع مل گیا۔

اگر ہر قوم کو اپنی خود مختار مملکت تشکیل دینے کا حق دیا جائے جو ایک علاقہ واری وحدت رکھتی ہو اور مشترکہ زبان، تہذیب اور معاشی زندگی کا حامل ہو اور اس کا حق علحدگی بھی تسلیم کر لیا جائے تو اس سے ملک کے ٹکڑے نہیں ہو جاتے۔ اس کے برخلاف آج ملک کی مختلف قوموں میں جو شکوک و شبہات پائے جاتے ہیں وہ رفع ہو جائیں گے۔ جو افراد ملک کی مختلف قوموں کے حق علحدگی کو تسلیم کرنا ملک کے ٹکڑے کرنا سمجھتے ہیں انہیں خود اپنے لوگوں پر اعتماد نہیں ہے۔ پاکستان کی اصل حقیقت اس کے سوا اور کیا ہے۔ پاکستان کے مطالبے کے مطابق مختلف قوموں جیسے سندھی، بلوچی، پٹھان، اور پنجابی مسلمانوں کو علحدگی کا حق حاصل ہوگا اگر وہ چاہیں۔ لیکن یہ بات ذہن نشین رہے کہ قوموں کے حق علحدگی کو تسلیم کرنا آزاد ہندوستان میں امن کی مساوات اور آزادی کو تسلیم کرنا ہے اس سے علحدگی کی بنیاد نہیں پڑے گی بلکہ حملہ آور کے خلاف متحدہ مدافعت اور ایک ہندوستانی یونین کی بنیاد پڑے گی جس میں آزاد قومیں برضا و رغبت اشتراک عمل کریں گی۔

اگر کانگریس یہ نقطہ نظر اختیار کرے تو وہ علحدگی پسندی کے ان رجحانات کو مٹا دے گی جو پاکستانی افراد پیدا کر رہے ہیں کیونکہ اس میں پاکستان کے مطالبہ کے مغز کو قبول کر لیا جائے گا۔ جن کسی علاقہ واری وحدت میں مسلمان آباد ہیں انہیں ایک خود مختار مملکت قائم کرنے کا حق ہے جس طرح کہ آندھرا، مہاراشٹرا، کرناٹک وغیرہ کے باشندوں کو حق حاصل ہے۔ دوسری خود مختار مملکتوں میں جہاں مسلمان اقلیت کی حیثیت سے منتشر ہیں ان کی تہذیب، تعلیم اور زبان کی حفاظت ضروری ہے۔ اگر یہ نقطہ نظر اختیار کیا جائے تو اس سے ان مسلم عوام کے مطالبہ کی تکمیل ہو جائے گی جن میں سیاسی شعور بیدار ہو گیا ہے اور اس طرح ان کو آزاد ہندوستان میں کامل مساوات اور آزادی کی ضمانت بھی دی جا سکے گی۔ اگر کانگریس اپنے اعلان کو اپنے آزادی کے پروگرام کا جزو بنائے اور قومی حکومت کے قیام کی متحدہ کوشش کیلئے مسلم عوام اور مسلم لیگ کو مجبور کرے تو مسٹر جناح کے اس ادعا کی آزمائش کا وقت ہوگا کہ وہ مسلمانوں کی آزادی اور ہندوستان کی آزادی چاہتے ہیں۔ انہیں متحد ہونے پر مجبور ہونا پڑے گا۔ اور اس کا نتیجہ یہ مترتب ہوگا کہ قومی حکومت کی قیادت میں ملک کی مدافعت اور آزادی کے لئے ایک زبردست جدوجہد شروع ہو جائے گی۔ باشندگان ہند کی ان متحدہ سرگرمیوں سے کوئی علحدہ پاکستان وجود میں آئے گا نہ اکھنڈ ہندوستان بلکہ خود مختار مملکتوں کا ایک خاندان وجود میں آئے گا اور مختلف قومیں ایک ہندوستانی یونین کو تشکیل دیں گی۔

احمدیہ پرنٹنگ ورکس میں طبع ہوکر باہتمام سید حسن (عثمانیہ) دفتر حکمت سے شائع ہوا۔